ظہورِ مہدی سے پہلے علامات زمانیہ، سیاسیہ، شخصیہ اور ہماری ذمہ داریاں

ظہورِ مہدی اکابر کے تصنیفات کی روشنی میں

ملفوظات:

حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ، حضرت مولانا خلیل اُحمد سہارن پوریؒ
حکیم الُامۃ حضرت مولانا اُشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حسین اُحمد مدنیؒ
حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ،
حضرت مولانا مفتی شفیعؒ، حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ،
حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ،
حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جمع و ترتیب، تحقیق و تطبیق

ڈاکٹر مفتی ثناءاللہ، مردان

مرکز البحوث الاسلامیہ، مردان

کتاب: علاماتِ ظہورِ مہدی اکابر کے تصنیفات کی روشنی میں
مصنف: ڈاکٹر مفتی ثناء اللہ، مردان
تعداد: ۱۰۰۰
تاریخ: ۱۹صفر ۱۴۴۳ھ۔۲۶ ستمبر ۲۰۲۱
قیمت: ۸۰روپے
ناشر: مرکز البحوث الاسلامیہ، مردان
ملنے کا پتہ: دار الافتاء دار العلوم الرحمانیہ، مردان 03133736809
مکتبہ نعیمیہ مردان: 03150932158
صدام بغدادہ، مردان: 03179533505
مکتبہ عزیزیہ کراچی: 03002343814
مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک: 03329855506
مکتبہ سید احمد شہید لاہور: 03013668272
مکتبہ صدیقیہ سوات: 03349452042
مکتبہ اٹک شہر: 03105260962
مکتبہ ختم نبوت پشاور: 03129880001
دار العلوم بڈھ بیر پشاور: 03003169031
مکتبہ کوئٹہ: 03114650044
مکتبہ حلیمیہ درہ فیضو: کرک، بنوں، لکی مروت: 03459254380

فہرست مضامین

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسول اللہ ﷺ دینِ اسلام کو جس شکل وصورت اور جس حالت میں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے، آپ کی رحلت کے بعد خلفائے راشدین نے دین کو اسی شکل میں برقرار رکھا۔ اور اسی وجہ سے انہیں آپ کے خلفا کہا جاتا ہے، کہ وہ دین کو قائم رکھنے میں آپ کے جانشین تھے۔ خلفائے راشدین کے بعد دینی سیاسی اور معاشرتی واخلاقی نظام میں آہستہ آہستہ کمزوری آتی گئی اور ایک ایک کر کے اسلامی احکام عملی زندگی سے رخصت ہوتے گئے۔ اجتماعی نظم اسلام سے دور ہوتا گیا، اور اس کی وہ اصلی حالت باقی نہیں رہی جس پر اسے حضور اکرم ﷺ نے چھوڑا تھا۔ اس دور کو حدیث میں خلافت علی منہاج النبوت کہا گیا۔

خلافت کے بعد نظام شورائیت سے نکل کر بادشاہت کے طرز و طریقے پر استوار ہو گیا، اور بنو امیہ، بنو عباس اور سلطنت عثمانیہ کے خلفا اسی نظم کے مطابق چلتے رہے۔ اگرچہ وہ دین کو قائم رکھنے والے تھے، فیصلے احکامِ شریعت کی روشنی میں کئے جاتے، جہاد کا فریضہ باقی تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ نظام بھی نظامِ خلات کہلاتا ہے، مجموعی طور پر یہ امن وخوشحالی کا دور تھا، احادیث میں یہ دور الملک العاض کے نام سے موسوم ہے، یعنی ایسی بادشاہت جسے بادشاہوں نے دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھا ہو۔

1924 میں رہی سہی خلافت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور امت جبر وظلم کے دور میں داخل ہو گئی، استعمار نے جسدِ واحد کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا، زبان وقومیت کے نام پر الگ الگ ملک بنوائے گئے، اور ان پر مغرب کے کٹھ پتلی لوگوں کو حکمران بنایا گیا، جنہوں نے اپنے عوام کو انگریز کے ظالمانہ نظام کے شکنجے میں کس کر دبایا اور انہیں اسلامی نظام کی برکتوں سے محروم رکھا۔ حدیث میں اس دورو کو جبر کا دور قرار دیا گیا۔

یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ تعالی کا وعدہ تھا کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہو گا کہ جب بھی دین وشریعت پر مرورِ زمانہ سے گرد وغبار کے اثرات پڑیں گے، اور رسوم ورواج مسلمانوں کو ان کے نبی کی سنت سے دور کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسی کوئی شخصیت پیدا کریں گے جو دین کی تجدید کا کام کرے گی، یعنی اسے ایک بار پھر تازہ صورت اور خالص شکل میں سامنے لائے گی۔ تاریخ اسلام میں ہمیشہ ایسی شخصیات پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے دین اسلام کی اصلی صورت پیش کی ہے، اور امت پر حجت قائم کی ہے۔ مجددین نے دین اسلام کی ہر شاخ میں تجدیدی کام کیا ہے۔ کم سے کم علمی انداز میں ضرور الدین الخالص کی وہ صورت پیش کی ہے جو نبی اکرم ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک دور کی یاد دلاتی تھی۔ بعض مجددین کو اقتدار نصیب ہوا تو بہت سارے ایسے تھے جو اقتدار کے بغیر ہی دین کی تجدید کا کام کر گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے آخر زمانے میں ایک بار پھر منہج نبوت پر خلافت قائم ہو جانے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ خلافت اہلِ بیت کے امام حضرت امام مہدی محمد بن عبد اللہ کے ہاتھوں قائم ہو گی جب ظلم وجبر سے زمین بھری ہوئی ہو گی تو اللہ تعالیٰ آپ کو خلافت کے لئے ظاہر فرمائیں گے، اور آپ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اس خلافت کو نبوت والی خلافت کہا گیا ہے اس لئے کہ آپ دین کو اصل شکل میں زندہ فرمائیں گے، اور دین تمام ادیان پر غالب آجائے گا، تمام عالم اسلام آپ کی خلافت میں داخل ہو جائے گا اور امن وسلامتی سے زمین آباد ہو جائے گی۔ حضرت امام مہدی وہ شخصیت ہیں جن کی تفصیلات خود احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں،

اور ہر زمانے میں اہلِ علم نے ان پر کام کیا ہے، برصغیر پاک وہند میں اکابر علمائے دیوبند نے بھی اس موضوع پر قابلِ قدر کام کیا ہے، بالخصوص ایسے ماحول میں جب مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگ ہندوستان کے عوام کو یہ دھوکہ دے رہا تھا کہ میں ہی ''مہدی موعود'' ہوں، تب اہلِ علم نے روایات وآثار کی روشنی میں حضرت امام مہدی کی جملہ تفصیلات سامنے رکھیں اور یہ بتایا کہ مرزا قادیانی مہدی نہیں ہیں، مہدی ہونے کے لئے اپنے شرائط ہیں، نیز اس دور کی اپنی نشانیاں ہیں جن کی تطبیق اِس زمانے پر نہیں ہو سکتی۔ آج جبکہ مرزا قادیانی کو آنجہانی ہوئے ایک صدی سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، امت کے سر سے خلافت کا سایہ ختم ہو چکا ہے، 57 اسلامی ملکوں پر مغرب کے مقرر کردہ ایسے لوگ مسلط ہیں جن کے نام تو مسلمانوں والے ہیں لیکن دل ودماغ سے وہ انگریز ہیں، مغرب کے ساتھ مل کر عالم اسلام کی زمینوں کو ظلم وجبر سے بھر چکے ہیں۔ جزیرۃ العرب میں عیسائی صلیبی افواج دندنا رہی ہیں، سفیانی صفت رکھنے والے سفاک حکمرانوں کا ظہور ہو چکا ہے، اور امت بس اسی انتظار میں ہے کہ یمن کی جانب سے کشادگی کی وہ فرحت بخش ہوا چلے جسے رسول اللہ ﷺ نے محسوس فرمایا تھا، اور ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمارے اِس دور کے بارے میں کی گئی خوشخبری تھی جس کے پورا ہونے میں شاید کچھ زیادہ عرصہ باقی نہیں رہا، اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت امام مہدی کے متعلق جملہ علامات سامنے لائی جائیں تاکہ امت کی تسلی کا سامان ہو، کسی جھوٹے مدعی مہدویت کے جال میں پھنسنے سے حفاظت ہو اور مہدویت کے موضوع پر کام کرنے والوں کو بھی مواد ملے۔

مردان کے خطے سے تعلق رکھنے والے، جامعہ دارالعلوم کراچی کے ہونہار فاضل حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی ثناءاللہ صاحب مدظلہ کو اللہ پاک نے مہدویات میں وسیع درک اور بصیرت سے نوازا ہے، اس سے پہلے بھی ان کی متعدد تصنیفات اسی موضوع کے متعلق سامنے آچکی ہیں، اکابر علمائے دیوبند کی تحریرات کی روشنی میں حضرت امام مہدی سے متعلقہ مباحث پر یہ ایک نئی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو شرفِ قبولیت سے نوازے، مفتی صاحب کے علم وعمل میں برکات نصیب فرمائے اور مزید ترقیات سے نوازے۔

زین العابدین پشاور

۶ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین

مقدمہ: ۱۔ عقیدت اور اعتقاد سے ہٹ کر دلائل کی زبان ماننے والوں کے سامنے جب کوئی بات براہین کی روشنی میں روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے، تو اس کے بعد انہیں حق بات قبول کرنے سے نہ تو عہدہ مانع ہوتا ہے، نہ ہی مال و دولت، عیش و عشرت اور نہ ہی زبردستی کرنے والوں کا ظلم و جبر اور نہ ہی زیادتی و فساد کا اندیشہ، اور نہ ہی ان کے سامنے اہل وعیال، قوم و وطن، مسلک و مشرب کی محبت مانع ہوتی ہے اور نہ ہی انہیں ننگ و عار کی پرواہ ہوتی ہے۔

۲۔ تاہم عقیدت و اعتقاد رکھنے والوں کے لیے دلائل کی زبان نہ کوئی حیثیت رکھتی ہے اور نہ ہی براہینِ قاطعہ ان کے سامنے کوئی وقعت، بلکہ سورج کی چمک کو بھی اندھیری رات شمار کرتے ہیں، بلکہ آنکھیں بند کرنا یا دیکھنا ان کے ہاں ایک ہی بات ہوتی ہے۔ **۳۔** ایسے ہی مال و دولت، عیش و عشرت، عہدہ و منصب اور مسلک و مشرب یا ننگ و عار کے متوالے بھی دلائل کو زبانی جمع خرچ کے اعتبار سے تو مانتے ہیں، لیکن دل و جان سے قبول کرنا ان کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

۴۔ مذکورہ بالا عیوب سے پاک بعض افراد ایسے بھی ہیں جن میں مذکورہ امور نہیں ہوتے، لیکن قلبی خوف اور فطری ڈر نے ان کے اعصاب کو دلائل تسلیم کرنے سے قاصر بنا دیا ہوتا ہے، ان کے سامنے بھی دلائل کا انبار سونے کا ذخیرہ نہیں، بلکہ راکھ کا ڈھیر شمار ہوتا ہے۔ **۵۔** ایسے ہی بعض لوگوں میں آئینِ نو سے ڈرنے کا توہم ہوتا ہے، ہر نئی بات ان کے لیے زہر قاتل ہوتی ہے، اگرچہ وہ بات فی نفسہ نئی نہ ہو، بلکہ خوب پرانی بھی ہو، تاہم ان کے لیے نئی ہونا غیر معتبر ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

۶۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں، جنہیں اپنی عادت کو چھوڑنا سم ہلاہل ہوتا ہے، مثلاً دین یا دنیا کا کوئی شعبہ جب ایک مرتبہ اختیار کر لیتے ہیں، تو اس سے عہدہ برآ ہونا اپنی استقامت کے منافی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ درحقیقت استقامت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے لیے عادتِ مستمرہ کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔

۷۔ اسی طرح بعض گروہوں کے ہاں دینداری بس یہی ہے کہ جو کام شروع کیا ہے، اسی کو کریں، وقت کا تقاضا، حالات کی تبدیلی اور زمانے کی گردش کے اعتبار سے ضروریات کے تناظر میں مزید شعبوں یا نئے امور اختیار کرنا ان کے لیے نہایت مشکل ہوتا ہے۔ **۸۔** ہمارے اکابر کو اللہ تعالیٰ نے فہمِ دین کی جس فراست سے نوازا تھا، اس میں دین کی خدمت کو وقتی تقاضوں کے مطابق سرانجام دینے کا گران حضرات کے پاس تھا۔ مثلاً جنگِ آزادی سے پہلے منتشر انداز میں دین و دنیا کے کئی شعبوں میں سرگرمِ خدمت تھے، لیکن جنگِ آزادی کے دوران ساری ذمہ داریوں کو چھوڑ کر صرف انگریز دشمنی کو اپنا مشن بنایا اور ظاہری ناکامی کے بعد اسی انگریز دشمنی کو علمی، دعوتی، سیاسی، تصنیفی اور دیگر انداز میں تبدیل کر کے دین کی خدمت اور کفر سے بغض کو اپنی زندگی کا محورِ اصلی ٹھہرایا۔

۹۔ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی حالتِ زار، اسلامی ممالک پر کفار کے قبضے، صرف اسلام کے جرم میں مسلمانوں کو ان کی آبادیوں میں قتل کر کے ان کی نسل کشی کرنا اب ہمارے ہاں ان کی قسمت ٹھہر چکی ہے، جب کہ کشمیر و فلسطین کو مسلمان حکمرانوں نے تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے اور عراق کے بعد لیبیا، شام اور یمن میں طوائف الملوکی، قتل و غارت اور باہمی مشت و گریبانی کا منظر نامہ پیش کر رہی ہے۔ جب کہ افغانستان کے چالیس سالہ زخم ابھی تک اُمت کے قلب پر نشتر بن کر زندہ ہیں۔ **۱۰۔** ان حالات کا حاصل یہ ہے کہ کفر نے اُمت کے مال و متاع کو لوٹ کر ان پر اپنے کارندے مسلط کر دیئے، جنہوں نے

امت کے سروں سے خلافت کا سایہ چھین لیا، جس کی وجہ سے اب ہر میدان میں اگرچہ لاکھ گنا محنتیں ہوتی ہیں، لیکن ثمر آور نہیں ہو رہیں۔ چونکہ دین ودنیا کی اصل ترقی کا راز مکمل اسلامی نظام کے قیام میں ہے، جس میں فرد سے شہر تک اور ملک سے لے کر پورے عالمِ اسلام تک نفاذِ اسلام ایک حقیقی پرامن کامیابی کا ضامن ہے۔ جس کا قیام بغیر محنت کے نہ صرف ناممکن، بلکہ خلافِ عقل بھی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حالات کی نزاکت، صورتِ حال کی سنجیدگی اور مصائب کے دگرگوں پیچیدہ منظر نامے کو سمجھ کر قرآن وسنت کے حقیقی منہج کو سامنے رکھ کر قدم اٹھائیں۔

۱۱۔ افراط وتفریط کے نعرے اور ان سے نکلنے والے اعمال وافعال نے امت کی روح کو گھائل کر کے خون کا قطرہ قطرہ مکدر اور بدن کے ہر عضو اپاہج کر دیا ہے، جس کے لیے اگرچہ دنیا بھر میں متفرق طور پر دین کی محنت کا کام ہو رہا ہے، اور وہ بھی یقیناً خلافت کے قیام کے لیے بالواسطہ مد ہو سکتا ہے۔ جس میں نہایت ہی اولوالعزم، موقر، مقتدر اور اعلیٰ سطح کے عقل ودماغ نے حصہ لیا ہے، جس میں عملاً دعوت وارشاد، اصلاحِ نفوس، جہاد فی سبیل اللہ، درس وتدریس، فتویٰ وتصنیف کا کام داخل ہے۔ **۱۲۔** بلاواسطہ بھی قیامِ خلافت کے لیے کافی حد تک کوششیں ہوئیں، جس میں کامیاب ترین صورت امارتِ اسلامی افغانستان کی صورت میں سامنے آئی، مگر کفر نے اسے پنپنے نہیں دیا، بلکہ شباب کو پہنچنے سے پہلے اس عظیم منہج کو گرادیا۔

۱۳۔ تاہم جزیرۃ العرب میں کفری افواج کی آمد، عراق وشام کا محاصرہ اور نہ ختم ہونے والی جنگ اب بلاد الحرمین کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب کہ بلاد الحرمین میں شاہی خاندان کے درمیان باہمی چپقلش، قتل وقتال، علمائے کرام، صحافی برادری اور ہر مخالف فریق کو ملک کے اندر وباہر ظلم کا نشانہ بنانے کی وجہ سے سلطنت اب بازیچۂ اطفال کا سماں پیش کر رہی ہے۔ اس وجہ سے حکومتِ آلِ سعود کا رعب، دینی وجاہت اور ظاہری اسلامی پالیسی امت مسلمہ کے خلاف ہر میدان میں نمایاں طور پر ابھر رہی ہے۔ جس میں ویژن ۲۰۳۰ کے نام پر سینما گھر کا دوبارہ کھولنا، فحاشی اور عریانی کا دور دورہ، بتوں کی تنصیب، شعائر اسلامی کی بے حرمتی اور آزادی کے نام پر ہوٹلوں میں فسق وفجور کی اجازت، شراب پر پابندی کا اٹھنا اور یہود ونصاریٰ کا حرمین میں داخل ہونا شامل ہے۔

۱۴۔ ایسی صورت حال میں جہاں امت کے لیے اعمال صالحہ کی طرف توجہ ضروری ہے، وہیں قیامِ خلافت کے لیے کوششیں بھی وقت کا تقاضا ثابت ہو رہی ہیں۔ جس کی پیشن گوئی احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ دورِ نبوت، دورِ خلافت، کاٹ کھانے والی بادشاہتوں اور زور وزبردستی کی حکومتوں کے بعد دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ہوگا۔

۱۵۔ جس کے خلیفہ **"امام مہدی"** ہوں گے۔ اور امام مہدی کی تعین کے لیے وہی شرعی طریقہ ہے، جیسا کہ خلیفہ کے تعین کا ہوتا ہے، کہ اہلِ حل وعقد یا علمائے کرام جن کے ساتھ ایک معتد بہ مقدار نے جان، مال، اور ہجرت وجہاد کی بیعت کی ہو اور وہ حضرات حالات کی نزاکت کو جان کر موقع ومحل کی مناسبت سے علاماتِ زمانیہ، مکانیہ، سیاسیہ وشرعیہ اور علاماتِ شخصیہ کی روشنی میں امام مہدی کو تلاش کرنے کے لیے امت کی قیادت کی اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کی سعی وکوشش کریں۔ اس رسالے میں مذکورہ بالا امور کو حضراتِ اکابر کے تصنیفات کی روشنی میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تمہید: مفکرِ اسلام ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے کلام کی روشنی میں ضرورتِ مہدی

۱۔ دنیا کو ہے اس مہدیٔ برحق کی ضرورت :: ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

تشریح: ان حالات میں جب کہ مشرق ومغرب کے حالات خراب ہیں اور لوگ رحمانی نظام سے دور، جب کہ شیطانی نظام

کے زیادہ نزدیک ہو رہے ہیں۔ اس صورت حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نظریۂ امام مہدی کو از سرِ نو زندہ کیا جائے، کیونکہ امام مہدی قربِ قیامت میں آکر اپنے انقلابی افکار، زریں خیالات اور روشن اسلامی تصورات کو عملی جامہ پہنائیں گے اور وہ ایک ایسی نظر و فکر کے مالک ہوں گے جس پر پوری اسلامی دنیا متفق ہو کر عالمِ کفر پر دوبارہ حملہ آور ہو گی اور کفر کے سارے منصوبے تہس نہس کر کے اسلام کو انسانی تاریخ کے بامِ عروج تک پہنچائے گی۔

۲۔ کھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی :: گیا دورِ حدیثِ "لن ترانی"
ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار :: وہی مہدی، وہی آخر زمانی

تشریح: موجودہ دور میں تسخیرِ کائنات کے نت نئے انداز سامنے آ رہے ہیں، دنیا کے پوشیدہ امور سے پردے ہٹ رہے ہیں اور سربستہ راز کھل رہے ہیں۔ اب وہ زمانہ گیا، جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو لن ترانی (کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے) کی طرح ہر سمجھ میں نہ آنے والا مافوق الفطرت مسئلے کا جواب نفی میں دیا جائے، بلکہ عصرِ حاضر میں اپنی خودی کو پہچان کر اعلیٰ مراتب کے حصول کے لیے محنت کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ امام مہدی کا تصور بھی اسی خودی کے مرہونِ منت ہے، جب امت اپنی خودی کو پہچان کر کفر کی آنکھوں میں آنکھے ڈال کر اسلام اور مسلمانوں کی دفاع کا انداز سیکھیں، تو یہ خودی کی ابتداء ہو گی، جو ترقی کر کے اپنے عروج تک پہنچ جائے گی اور آگے اسی ترقی کا مظہر امام مہدی آخر الزمان کی صورت میں ظاہر ہو گا اور دنیا کے ظلم و ستم کو ختم کر کے اسلام کا عدل و انصاف والا نظام نافذ کرے گا۔

۳۔ مجذوبِ فرنگی نے بہ اندازِ فرنگی :: مہدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار :: نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

تشریح: ظاہری گناہوں سے پاک ہو کر باطنی رذائل کو ترک کرنا مسلمان کی روحانی شخصیت کو عروج بخشتی ہے، جو ترقی کر کے قربِ الٰہی کے مراتب تک پہنچا دیتی ہے اور یوں یہ شخصیت قائد اور مقتدیٰ کی حیثیت اختیار کرتی ہے، جس کی اتباع سے قوموں کا عروج شروع ہو جاتا ہے، یہی نظریۂ مہدویت ہے، جس میں ظاہر شریعت کی اتباع کر کے روحانی ترقی کی معراج حاصل کرنا اور اس کے بعد قرآن کو بطورِ نظام نافذ کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے لیے انصار و مددگار تیار کرنا اسلام میں مہدویت کی تحریک کا بنیادی نکتہ ہے، جس سے موجودہ زمانے کے مسلمان بیزار ہیں اور وجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی اصلاح اور محنت کے بغیر بامِ عروج تک پہنچنے اور ترقیوں کے منازل طے کرنے کے خواہاں ہیں، اس لیے مہدئ موعود کے نظریے سے اکتاہٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔ حالانکہ یہ نظریہ فقط انتظار نہیں، بلکہ دورانِ انتظار قرآنی نظام کو اپنانے اور کائنات پر بطورِ قانون اس کو غالب کرنے کا نام ہے۔

اب جب مسلمانوں نے تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کو چھوڑ دیا حالانکہ بغیر تحریک کے کامیابی ممکن نہیں، اس وجہ سے انہوں نے نظریۂ مہدویت سے بیزار ہونا شروع کر دیا۔ امت کو اس نظریے سے دور کرنا ایسا ہے، جیسا کہ مشک کے خواہشمند لوگوں کو مشک نہ مل رہی ہو اور نہ وہ ہرن کو شکار نہیں کر سکتے ہوں، تو کوئی آکر صفحۂ ہستی سے ہرن کی نسل کشی کرنا شروع کر دے اور یہ کہے کہ جب ہرن سے نافہ مشک نہیں مل رہا، تو بہتر ہے کہ ہم اس سرزمین سے ہرنوں کا وجود ہی ختم کر دیا جائے۔ ایسے ہی مسلمانوں کو دنیا میں متفقہ قائد نہیں مل رہا اور نہ ہی اسلام کا نظام نافذ ہو رہا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اس نظریہ سے لوگوں کو بیزار کرنا شروع کر دیا جائے۔ اگر یورپی اقوام کی تاریخ پر غور کریں، تو معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی میں نٹشے نامی شخص نے جرمن قوم کو یہ سبق پڑھایا کہ سرزمینِ یورپ پر حکومت کے حق دار تم ہی ہو، تمہارے علاوہ یہاں دیگر اقوام کو حکومت

کرنے کا حق نہیں، اس نظریے نے جرمن قوم میں روحِ حیات پھونک دی اور انہوں نے محنت کر کے ہر میدان میں ترقی کی اور پھر پوری دنیا سے مقابلہ کرنے کا عزم کیا۔

چونکہ اس کا نظریہ مادیت پرستی پر مبنی تھا اور ذات پات کے نظریہ سے مستفاد اور روحانیت سے کوسوں دور تھا، اس وجہ سے نہ صرف خود جنون کا شکار ہوا بلکہ اپنی قوم کو بھی پاگلوں جیسے افکار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ تاہم یہ بات ضرور ہے کہ جرمن قوم کو سبقِ عروج ملا اور ترقی کے میدان میں مقابلہ کرنے کی سکت ملی۔ ان کا یہ نظریہ در حقیقت نظریۂ مہدویت تھا، مگر اس میں خامیاں تھیں اس وجہ سے ناکام ہوا۔ موجودہ دور کا مسلمان اگر اس نظریہ کو اپنی حقیقی اسلامی روح کے ساتھ پوری دنیا سے ظلم و ستم ختم کرنے اور عدل وانصاف کے نفاذ کے لیے مسلمانوں میں زندہ کرے، تو جس طرح روحِ حیات نے جرمن قوم کو وقتی طور پر زندہ کر دیا، ایسے ہی متعلقہ اصول وضوابط پر عمل کر کے دائمی روحِ عروج مسلمانوں کو بھی بخشا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس نظریہ کو شریعتِ مطہرہ کے اصولوں کی روشنی میں سمجھیں اور مسلمان اس کے مقتضا پر خود بھی عمل کی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف بلائیں۔

۴۔ خضرِ وقت از دشتِ حجاز آید بیروں :: کارواں زیں وادیٔ دور دراز آید بیروں

تشریح: مشکل کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص مدد سے مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ چونکہ بعض حضراتِ علمائے کرام کے قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ ناامیدی کی حالت میں بھٹکے ہوئے انسانوں کی بروقت رہنمائی فرماتے ہیں، ایسے ہی امت پر جب سختیاں زیادہ ہوں گے اور روئے زمین پر انسانوں کا، بالخصوص مسلمانوں کا کثرت سے خون بہایا جائے گا اور ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ اور مسلمانوں کی ناامیدی میں اضافہ ہو گا، تو مسلمانوں کی حالت سنوارنے کے لیے حجاز کے بے آب و گیاہ صحرا و بیابان سے اس زمانے کا حضرت خضر علیہ السلام نکلیں گے، جس کی سرکردگی میں دنیا بھر سے مسلمانوں کی ترقی کے خواہاں اس قافلے سے منسلک ہوں گے اور یوں اسلام کا عروج دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ حجاز یعنی مکہ مکرمہ سے خضرِ وقت یعنی اس زمانے میں مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز امام مہدی نکلیں گے اور وہ اپنی قیادت سے قافلہ تیار کر کے اسلام کے نظامِ عدل کو نافذ کریں گے۔

باب اول: حضراتِ اکابر کے ملفوظات کی روشنی میں امام مہدی کا تصور:

امام مہدی کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" اور لفظِ "امام" کا استعمال اور مولانا یوسف لدھیانویؒ شہید کا جواب:

۱۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا: حضرت مہدی علیہ الرضوان کے لیے "رضی اللہ عنہ" کے پر شکوہ الفاظ پہلی بار میں نے استعمال نہیں کئے، بلکہ مجدد الف ثانیؒ نے بھی امام مہدی کو انہیں الفاظ سے یاد کیا ہے۔ چونکہ "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ صرف صحابہ کرامؓ کے لیے مخصوص رہے ہیں، اور حضرت امام مہدیؓ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق و مصاحب ہوں گے۔ اس وجہ سے مصاحبِ رسول کے لیے "رضی اللہ عنہ" کے الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

عام طور پر حضرت مہدیؒ کے لیے "علیہ السلام" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جو لغوی معنیٰ کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے، مگر روزمرہ استعمال میں "علیہ السلام" چونکہ انبیائے کرام یا ملائکہ عظام کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے یہ الفاظ استعمال حضرت مہدی کے لیے استعمال نہیں ہوتے۔

۲۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا: کہ قرآن وحدیث میں لفظ امام کا استعمال روافض کے نظریۂ امامت کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ امام بمعنی مقتدا، پیشوا، پیش رو بھی استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا: (وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا) اور حدیث میں بھی

لفظِ امام کو دینی پیشوا کے لیے استعمال کیا گیا ہے، فرمایا: (**من بایع اماما**) حضرت مہدی کا ہدایت یافتہ اور مقتدا و پیشوا ہونا تو لفظِ مہدی ہی سے واضح ہے اور وہ مسلمانوں کے سربراہ بھی ہوں گے، اس لیے ان کے لیے "امام" کے لفظ کا استعمال قرآن وحدیث اور فقہ و کلام کے لحاظ سے کسی طرح بھی محلِ اعتراض نہیں۔ [آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ا ص ۲۶۵]

اہلِ بیت کے ساتھ لفظِ امام کہنے کی وجہ: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ ائمۂ اہلِ بیت اپنے اپنے وقت کے روحانی پیشوا اور اقطاب ہیں اور چونکہ خارجی ان حضرات کی عظمت کو اہلِ سنت کے دلوں سے مٹانا چاہتے ہیں اس لیے اکابرِ اسلام نے ان کے ناموں کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کیا ہے، تاکہ مسلمان ان کو اپنے اپنے درجے میں دینی روحانی پیشوا مانتے رہیں۔ [مشاجراتِ صحابہ اور راہِ اعتدال، ج ا ص ۳۲۰]

حضرات اہل السنۃ کے نزدیک ائمۂ عترت کی امامت اور ولایت کا مفہوم: حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: اہلِ سنت امامت کو پیشوائی دین کے معنی میں بولتے ہیں۔ اسی سبب سے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ پیشوائے فقہ تھے اور امام غزالیؒ اور امام رازیؒ عقائد اور کلام میں، نافع اور عاصم قراءت میں امام تھے ان کو امام کہتے ہیں۔ اور ائمہ اطہار ان سب فنون میں پیشوا ہوئے ہیں۔ خصوصاً ہدایتِ باطن اور ارشاد طریقت ان سے مخصوص تھا۔ اسی سبب سے اہلِ سنت ان کو بے قید امام جانتے ہیں نہ وہ امامت جس سے مراد خلافت ہے۔ [تحفہ اثنا عشریہ، مترجم، ص ۳۴۶]

یہی نکتہ شہیدِ اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ نے بھی قدرے تفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:
امام بہ معنی "دینی مقتدا و پیشوا": جو شخص ریاست و اقتدار تو نہیں رکھتا، لیکن دینی علوم کی کسی شاخ میں مہارت و بصیرت رکھتا ہو، لوگ اس کے علم و فہم اور ماہرانہ بصیرت پر اعتماد کرتے ہوں اور وہ اپنے فن میں لوگوں کا مرجع اور مقتدا ہو، اس کو اس فن کا "امام" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ و امام شافعیؒ، حدیث میں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ، عقائد میں امام ابو الحسن اشعریؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ، علم کلام میں امام رازیؒ و امام غزالیؒ، قراءت میں امام نافعؒ اور امام عاصمؒ، یہاں تک کہ نحو و عربیت میں خلیل اور سیبویہ کو امام مانا جاتا ہے۔ آیت شریفہ " وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا "[الفرقان: ۷۴] (اور بنا ہم کو متقیوں کا امام) میں امام کے یہی معنی مراد ہیں۔ حضراتِ شیعہ جن اکابر کو امام کہتے ہیں اسی دوسرے معنی کے لحاظ سے وہ در حقیقت اہلِ سنت کے امام ہیں۔ خصوصاً شغل باطن، اصلاح و تزکیہ اور تصوف و سلوک میں ان کی امامت مسلمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ تصوف و سلوک کے بیشتر سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتے ہیں۔ الغرض یہ اکابر دراصل اہلِ سنت کے امام و مقتدا اور دینی پیشوا ہیں۔ اہل تشیع ان کی اصطلاح امامت کا غلط دعویٰ کرتے ہیں، جس سے ان اکابر کا دامن یکسر بَری ہے۔ [بولتے حقائق، مولانا یوسف لدھیانویؒ، ص ۲۲۶]

متبع شریعت اہلِ بیت کی اطاعت کے بارے میں شیخ الحدیث مولانا زکریا کی تشریح:

شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ لکھتے ہیں: حدیث میں قرآن اور آلِ رسول ﷺ کو دو (۲) وجوہ سے ثقلین کہا ہے:
ا۔ ثقل ہر نفیس اور عمدہ شیٔ کو کہتے ہیں، اور یہ دونوں ایسے ہی ہیں، کیونکہ دونوں ہی علومِ لدنیہ، اسرار و حکمِ عالیہ اور احکام شرعیہ کے معدن ہیں، اسی لیے حضور ﷺ نے ان کی اقتداء کا حکم فرمایا۔ ۲۔ دونوں کی اتباع اور ان کے حقوق کی رعایت کا وجوب ثقیل ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے کتاب الفائق میں ایک تیسرا مطلب تحریر فرمایا ہے، فرماتے ہیں: **الثقل المتاع المحمول على الدابة، وإنما قيل للجن والإنس الثقلان؛ لأنهما قطان الأرض فكأنهما ثقلان، وقد شبه بهما الكتاب والعترة في أن الدين يستصلح بهما كما عمرت الدنيا بالثقلين.** خلاصہ یہ ہے کہ ثقل اس سامان کو کہتے ہیں

جو سواری پر لادا جاتا ہے، اسی لئے جن وانس کو ثقلین کہتے ہیں کہ وہ زمین پر بستے ہیں، تو گویا وہ زمین پر اپنا بوجھ ڈالے ہوئے ہیں، تو جس طرح یہ دنیا ثقلین سے آباد ہے، اسی طرح دنیائے دین وایمان قرآن اور آل رسول اللہ ﷺ سے آباد اور اصلاح پذیر ہے، اسی مشابہت کی وجہ سے کتاب اللہ اور آل رسول اللہ ﷺ کو ثقلین فرمایا گیا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ آل سے صرف وہ لوگ ہی مراد ہیں، جو عالم کتاب اور ماہر سنت ہیں اور جو مبتدع ہیں ان کی اتباع کا قطعاً حکم نہیں ہے، بلکہ ابتداع سے احتراز واجب ہے۔ [الیواقیت الغالیہ، مولانا یونس، ج ا ص ۱۴۹]

احادیث الفتن میں تطبیق اور حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اصول:

حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ نے احادیث الفتن کی تطبیق سے متعلق ایک خط حضرت تھانویؒ کی خدمت میں بھیجا تھا، جس کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے احادیث الفتن اور عصر حاضر میں ان کی تطبیق سے متعلق کچھ اصولی باتیں لکھ کر بھیج دیں، وہ اصول اس موضوع پر کام کرنے والوں کے پیش نظر ہوں تو مفید و بہتر ہو گا، اس کی تفصیل مولانا عبد الماجد دریا آبادی کی تالیف "حکیم الامّت نقوش وتاثرات" میں موجود ہے اور ان میں سے چند اصول موضوع کی مناسبت سے یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

ا۔ نصوص کا اپنے ظواہر پر محمول کیا جانا، اجماعی منقولی مسئلہ ہے اور معقولی بھی، ورنہ تمام نصوص اور تمام قوانین سے امن مرتفع ہو جاتا ہے، البتہ اگر کوئی عقلی یا نقلی صارف ہو، تو بہ ضرورت غیر ظاہر پر محمول کر لیا جائے گا، مگر صارف کا محض خیالی یا ذاتی ہونا کافی نہیں ورنہ ہر فرقہ قرآن وحدیث کا تحریف کرنے والا ایسے خیال یا ذوق کا مدعی ہو سکتا ہے، اور صوفیہ کی تاویل اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ وہ ان معانی کے مدلول نص ہونے کے مدعی نہیں بلکہ اصل مدلولات کو قبول کر کے ان مدلولات کے مشابہ کو بہ طور اعتبار کے ظاہر کرتے ہیں۔

۲۔ احادیث متضمنۂ خروج دجال و یاجوج وماجوج کو جو صحیحین میں بھی مذکور ہیں جو شخص خلو ذہن کے ساتھ پڑھے گا، اس کے ذہن میں بے تکلف جو معانی آئیں گے وہی ان احادیث کے مشہور اور صحیح محمل ہیں۔

۳۔ ان معانی کا امتناع نہ کسی دلیل عقلی سے ثابت ہے اور نہ کسی دلیل نقلی سے، مثلاً کسی دوسری ایسی ہی صحیح حدیث میں اس کے خلاف آیا ہو یا حضور اقدس ﷺ نے ان کے خروج کا کوئی زمانہ متعین فرمایا ہو اور وہ زمانہ گذر گیا ہو مگر ایسا بھی نہیں ہوا، بلکہ ایک حدیث صحیح میں تصریح ہے کہ آپ کو دجال کے متعلق یہ بھی احتمال تھا کہ شاید میرے ہی زمانہ میں ظاہر ہو جائے، تو ایسی صورت میں حقیقت کو چھوڑ کر مجاز مراد لینا کیسے صحیح ہو گا۔

۴۔ اسی لیے علمائے امّت میں سے خصوصاً سلف خیر القرون میں سے کسی کو ایسے معانی کا احتمال بھی نہیں ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وقوع سے پہلے حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔ اول تو یہ بات غلط ہے، جب حقیقت واضح ہے سمجھ میں نہ آنے کی کوئی وجہ نہیں، پھر اس میں کلام ہے کہ جس کو وقوع کہا گیا ہے، یہ وقوع ہے یا نہیں، ممکن ہے وقوع اسی طور پر ہو جیسا مدلول متبادر ہے۔

۵۔ پھر اگر ایسی ہی تاویلات کا باب مفتوح ہو تو اس کی کیا دلیل ہے کہ جو اس وقت سمجھا گیا وہی مراد ہے، ممکن ہے دوسری قوم اور دوسرے واقعات مراد ہوں، جو واقع ہو چکے ہوں، یا آئندہ واقع ہوں، اور اس حالت میں مرزا کی تاویل پر بھی حتیٰ کہ دعویٰ نبوت میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا حالاں کہ اس پر اعتراض کیا گیا ہے، اس تحریر میں اس نے بھی ایسی ہی تطبیق کی کوشش کی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ دونوں تطبیقوں میں، تعداد احادیث کی کمی وبیشی کا تفاوت ہو۔ (ص: ۱۰۸، ۱۰۶، سعید بکڈپو، الٰہ آباد)

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب اور احادیث الفتن میں تطبیق: فتن اور اشراط الساعۃ سے متعلق احادیثِ مبارکہ کے بارے میں اس بات کو جاننا چاہیے کہ احادیث اُس زمانے میں وقوع پذیر ہونے والے اہم واقعات کے بارے میں قربِ قیامت کے

لیے بطورِ علامت وضاحت کرتی ہیں، اسی طرح یہ علامات ایک دوسرے کے بعد ذکر کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ باہمی متصل واقع ہوں گی، حالانکہ ان میں حقیقتاً طویل زمانے کا فاصلہ ہوتا ہے، جب کہ روایت بالمعنٰی میں راویانِ حدیث کے تصرف سے یہ صورتِ حال اور بھی بڑھ جاتی ہے۔اِسی نکتے کی طرف علامہ طیبیؒ نے شرح المشکاۃ میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "عمران بيت المقدس خراب يثرب، وخراب يثرب خروج الملحمة، وخروج الملحمة فتح القسطنطينية، وفتح القسطنطينية خروج الدجال" یعنی بیت المقدس کی آبادی یثرب یعنی مدینہ منورہ کی خرابی اور انہدام کا باعث ہو گی اور مدینہ منورہ کی خرابی ملحمہ کا شروع ہونا ہے اور ملحمہ کا شروع ہونا قسطنطنیہ کی فتح ہو گی، جب کہ قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کے لیے راستے ہموار کرے گی، قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال فوراً نہیں نکلے گا، بلکہ یہ فتح ہونا اس کے خروج کی علامت ہو گی، یعنی فتح کے بعد دجال کے نکلنے میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے [تکملۃ فتح الملہم، باب فی فتح القسطنطینہ، ج۶ ص۱۵۳]

امام مہدی سے متعلقہ روایات کی تطبیق کے اصول حضرت مولانا بدرِ عالم میر ٹھی رحمہ اللہ کے کلام میں:

احادیث میں امام مہدی سے متعلق واقعات کو متفرق طور پر ذکر کرنے کی اصل وجہ اور معاصر رویہ:

حدیث و قرآن میں جو قصص و واقعات بیان کیے گئے ہیں، خواہ وہ گزشتہ زمانے کے متعلق ہوں یا آئندہ سے، ان اسلوب بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں، بلکہ حسبِ مناسبت مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آگیا ہے۔ پھر جب ان سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے، تو بعض مقامات پر کبھی اس کی کوئی درمیان کڑی نہیں ملتی کہیں ان کی ترتیب میں شک و شبہ رہ جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔ حالنکہ غور یہ کرنا چاہیے کہ جب قرآن وحدیث کا اسلوب بیان ہی وہ نہیں جو آج ہماری تصانیف کا ہے، تو پھر حدیثوں میں اس کو تلاش ہی کیوں کیا جائے؟ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب صاحب شریعت نے خود بیان ہی نہیں فرمائی تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھ دیا جائے۔ لہذا اگر اپنی جانب سے کوئی ترتیب قائم کر لی گئی ہے، تو اس پر جزم کیوں کیا جائے؟ ہو سکتا ہے کہ جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن سے قائم کی ہے حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں، جو قرآنی اور حدیثی قصص میں تشنہ نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اٹھایا جائے اس کو کتاب و سنت کے سر رکھ دینا ایک خطرناک اقدام ہے اور اس ابہام کی وجہ سے اصل واقعہ ہی کا انکار کر ڈالنا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

امام مہدی سے متعلق روایات میں مکمل تفصیل تلاش کرنا کیا دانشمندی ہے؟

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزاء کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ نہیں، یہ ایک مؤرخ کا وظیفہ ہے۔ رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدر ضرورت اطلاع دے دیتا ہے، پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے، تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے، کہ اتنے بڑے واقعات کے لیے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی تھی وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دماغوں کے لئے بالکل غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھیں۔ علاوہ ازیں جس کو ازل سے ابد تک کا علم ہے، وہ یہ خوب جانتا تھا کہ امت میں "دین" روایت اور اسانید کے ذریعے پھیلے گا اور اس تقدیر پر روایوں کے اختلافات سے روایتوں کا اختلاف بھی لازم ہو گا۔ پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا، تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا اور ہو سکتا تھا کہ امت اس اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی، تفصیلات بیان کرنے سے وہ بھی فوت ہو جاتا۔ لہذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلہ میں

نہ تو ہر گوشہ کی پوری تاریخ معلوم کرنے کی سعی کرنی صحیح ہے اور نہ صحت کے ساتھ منقول شدہ منتشر ٹکڑوں میں جزم کے ساتھ ترتیب دینی صحیح ہے اور نہ اس وجہ سے اصل پیش گوئی میں تردد پیدا کرنا علم کی بات ہے۔ یہاں جملہ پیش گوئیوں میں صحیح راہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ جتنی بات حدیثوں میں صحت کے ساتھ آچکی ہے اس کو اسی حد تک تسلیم کر لیا جائے اور زیادہ تفصیلات کے درپے نہ ہوا جائے اور اگر مختلف حدیثوں میں کوئی ترتیب اپنے ذہن سے قائم کر لی گئی ہے، تو اس کو حدیثی بیان کی حیثیت ہرگز نہ دی جائے۔

امام مہدی سے متعلق واقعات کا احادیث کے منتشر ٹکڑوں میں بیان ہونے کی اصل وجہ: یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کی حدیثیں مختلف اوقات میں مختلف صحابہؓ سے روایت ہوئی ہیں اور ہر مجلس میں آپ نے اس وقت کے مناسب اور حسب ضرورت تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ یہاں یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ان تفصیلات کے براہ راست سننے والوں کو ان سب کا علم حاصل ہو، بہت ممکن ہے کہ جس صحابیؓ نے امام مہدی کی پیش گوئی کا ایک حصہ ایک مجلس میں سنا ہو اس کو اس کے دوسرے حصے کے سننے کی نوبت ہی نہ آئی ہو، جو دوسرے صحابیؓ نے دوسری مجلس میں سنا ہے اور اس لیے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ واقعہ کے الفاظ بیان کرنے میں ان تفصیلات کی کوئی رعایت نہ کرے، جو دوسرے صحابیؓ کے بیان میں موجود ہیں۔

امام مہدی سے متعلق متعارض روایات میں تطبیق کا طریقہ:

یہاں بعد کی آنے والی امت کے سامنے چونکہ یہ ہر دو بیانات موجود ہوتے ہیں، اس لیے یہ فرض اس کا ہے کہ اگر وہ ان تفصیلات میں کوئی لفظی بے ارتباطی دیکھتی ہے، تو اپنی جانب سے کوئی تطبیق کی راہ نکال لے۔ اس لئے بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ توجیہات راویوں کے بیانات پر پوری پوری راست نہیں آتیں۔ اب راویوں کے الفاظ کی یہ کشاکش اور تاویلات کی ناسازگاری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کر لینے کی بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا آسان ہے۔ اگر کاش وہ اس پر بھی نظر کر لیتے، کہ یہ تاویلات خود صاحب شریعت کی جانب سے نہیں بلکہ واقعہ کے خود راویوں کی جانب سے بھی نہیں، یہ صرف ان دماغوں کا کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے وہ سب متفرق ٹکڑے جمع ہو گئے ہیں جن کو مختلف صحابہؓ نے مختلف زمانوں میں روایت کیا ہے اور اس لئے ہر ایک نے آپ نے الفاظ میں دوسرے کی تعبیر کی کوئی رعایت نہیں کی اور نہ وہ کر سکتا تھا تو پھر نہ تو ان پر راویوں کے الفاظ کی اس بے ارتباطی کا کوئی اثر پڑتا اور نہ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آتا۔

کتب حدیث میں امام مہدی کا اہمیت کے ساتھ تذکرہ: یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر کریں گے، تو آپ کو معلوم ہو گا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک بڑی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ حتی کہ امام ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب ہی علیحدہ قائم کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ وہ ائمہ حدیث جنہوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مؤلفات میں ذکر کی ہیں ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں: امام احمد، البزار، ابن ابی شیبہ، الحاکم، الطبرانی، ابو یعلی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ جن جن صحابہؓ سے اس باب میں روایتیں ذکر کی گئی ہیں ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، طلحہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، انسؓ، ابو سعیدؓ، ام حبیبہؓ، ام سلمہؓ، ثوبانؓ، قرۃ بن ایاسؓ، علی الہلالیؓ، عبداللہ ابن الحارث بن جزءؓ۔

حضرات اہل سنت کے نزدیک عقیدۂ ظہورِ مہدی کا تواترِ معنوی: شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری

کے متعلق معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو اہل سنت والجماعۃ کے عقائد میں شمار کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "امام مہدی کے خروج کی روایتیں اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اس کو معنوی تواتر کی حد تک کہا جا سکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہلِ سنت کے عقائد میں ایک عقیدے کی حیثیت سے شمار کی گئی ہے۔ امام ابو نعیم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی وغیرہم نے صحابہؓ وتابعینؒ سے اس باب میں متعدد روایتیں بیان کی ہیں۔ جن کے مجموعے سے امام مہدی کی آمد کا قطعی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا امام مہدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء اور حسب عقائد اہل سنت والجماعۃ یقین کرنا ضروری ہے۔ (شرح عقیدۃ السفارینی، ج ۲ ص ۷۹، ۸۰) اسی طرح حافظ سیوطیؒ نے بھی یہاں تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے۔ قاضی شوکانیؒ نے اس سلسلہ کی جو حدیثیں جمع کی ہیں ان میں مرفوع حدیثوں کی تعداد پچاس اور آثار کی اٹھائیس تک پہنچتی ہیں، شیخ علی متقیؒ نے بھی منتخب کنزالعمال میں اس کا بہت مواد جمع کر دیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ اور حافظ ذہبیؒ مختصر منہاج السنۃ میں تحریر فرماتے ہیں: **الأحاديث التى تحتج بها على خروج المهدي صحاح رواها أحمد، وأبوداؤد والترمذي منها حديث ابن مسعود رضي الله عنه وأم سلمة رضي الله عنها وأبي سعيد رضي الله عنه وعلي رضى الله عنه** [مختصر منہاج ص ۵۳۴] یعنی جن حدیثوں سے امام مہدی کے خروج پر استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہیں، ان کو امام احمدؒ، امام ابوداؤد اور امام ترمذیؒ نے روایت فرمایا ہے، یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ صحیح کی احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ "۱۔ آخری زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہو گا جس کے زمانے میں غیر معمولی برکات ظاہر ہوں گی۔ وہ حضرت عیسی علیہ السلام سے قبل پیدا ہو گا۔ دجال اسی کے عہد میں ظاہر ہو گا، مگر اس کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے ہو گا۔ حضرت عیسی علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ خلیفہ نماز کے لیے مصلیٰ پر آچکا ہو گا۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا، مگر عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، چونکہ آپ مصلیٰ پر جا چکے ہیں۔ اس لئے اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت کی ایک بزرگی ہے۔ لہذا یہ نماز آپ انہی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔ یہ تمام صفات ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں جن میں محدثین کو کوئی کلام نہیں۔ اب گفتگو ہے تو صرف اتنی بات میں ہے کہ یہ خلیفہ کیا امام مہدی ہوں گے یا کوئی اور دوسرا خلیفہ؟ دوسرے نمبر کی حدیثوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ خلیفہ امام مہدی ہوں گے۔ ہمارے نزدیک صحیح مسلم کی حدیثوں میں جب اس خلیفہ کا تذکرہ آچکا ہے، تو پھر دوسرے نمبر کی حدیثوں میں جب وہی تفصیلات اس کے نام کے ساتھ مذکور ہیں، تو ان کو بھی صحیح مسلم ہی کی حدیثوں کے حکم میں سمجھنا چاہیے۔ اس لیے اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ امام مہدی کا ثبوت خود صحیح مسلم میں موجود ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔ مثلاً جب صحیح مسلم میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو اس وقت مسلمانوں کا ایک امیر امامت کے لیے مصلیٰ پر آچکا ہو گا، تو اب جن حدیثوں میں اس خلیفہ کا نام امام مہدی بتایا گیا ہے، یقیناً وہ اسی مبہم خلیفہ کا بیان کہا جائے گا یا مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ آخر زمانے میں خلیفہ ہو گا، جو بے حساب مال تقسیم کرے گا۔ اب اگر دوسری حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مال کی یہ داد و دہش امام مہدی کے زمانے میں ہو گی، تو صحیح مسلم کی اس حدیث کا مصداق امام مہدی کو قرار دینا بالکل بجا ہو گا۔

اسی طرح جنگ کے جو واقعات صحیح مسلم میں ابہام کے ساتھ ذکر کیے گئے اگر دوسری حدیثوں میں وہی واقعات امام مہدی کے

زمانے میں ثابت ہوتے ہیں، تو یہ کہنا بالکل قرین قیاس ہوگا کہ صحیح مسلم میں جنگ کے جو واقعات مذکور ہیں وہ امام مہدی ہی کے دور کے واقعات ہیں۔ غالباً ان ہی وجوہات کی بناء پر محدثین نے بعض مبہم حدیثوں کو امام مہدی ہی کے حق میں سمجھا ہے اور اسی باب میں ان کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ امام ابوداؤد نے بارہ خلفاء کی حدیث کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ بارہواں خلیفہ یہی امام مہدی ہیں۔ اب سب سے پہلے آپ ذیل کی حدیثیں پڑھئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ امام مہدی کی آمد کی صحابہ وتابعین کے درمیان کس درجہ شہرت تھی۔ اس کے بعد پھر مرفوع حدیثوں پر نظر ڈالئے تو بشرط اعتدال وانصاف آپ کو یقین ہو جائے گا کہ امام مہدی کی آمد کا مسئلہ بے شک ایک مسلم عقیدہ رہا ہے۔ البتہ روافض نے جو اور بے تکی باتیں اس میں اپنی جانب سے شامل کر لی ہیں، ان کا نہ تو کوئی ثبوت نقل میں ملتا ہے نہ عقل ان کو باور کر سکتی ہے۔ صرف ان کی تردید میں کسی ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کر دینا یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے۔

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے کلام کی روشنی میں امام مہدی کے منکرین پر رد:

رب العالمین کی یہ عجیب حکمت ہے کہ جب کسی اہم شخصیت کے متعلق کوئی پیشن گوئی کی گئی ہے تو اس آزمائشی زمین پر ہمیشہ اس نام کے کاذب مدعی چاروں طرف سے پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں اور اس طرح ایک سیدھی بات آزمائشی منزل بن کر رہ گئی ہے۔ مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق صریح سے صریح الفاظ میں پیش گوئی کی گئی جس میں کسی دوسرے شخص کی آمد کا کوئی احتمال ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود نہ معلوم کتنے مدعی مسیحیت پیدا ہو گئے۔ آخر یہ ایک سیدھی پیش گوئی ایک معمہ بن کر رہ گئی۔ اسی طرح جب حضرت امام مہدی کے حق میں پیش گوئی کی گئی تو گذشتہ زمانے میں یہاں بھی بہت سے اشخاص مہدویت کے مدعی پیدا ہو گئے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ یہ "النفس الذکیہ" کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی طرح محمد بن تومرت، عبیداللہ بن میمون قداح، محمد جونپوری وغیرہ نے اپنے زمانے میں مہدویت کا دعوی کیا۔ شیخ سید برزنجیؒ لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں مقام ازبک میں بھی ایک شخص نے مہدویت کا دعوی کیا۔ سید موصوف نے ایک اور "کردی" شخص کے متعلق بھی لکھا ہے کہ عقر کے پہاڑوں میں اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان سب اشخاص کے واقعات تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور وہ تمام مصائب وآلام بھی مذکور ہیں جو ان بدبختوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر توڑے گئے تھے۔

رافضی جماعت کا یہ ایک مستقل عقیدہ ہے کہ محمد بن حسن عسکری مہدی موعود ہے، ان کے خیالات کے مطابق وہ اپنے طفولیت کے زمانے ہی سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر کسی مخفی غار میں پوشیدہ ہیں اور یہ جماعت آج انہی کے ظہور کی منتظر ہے اور مصیبتوں میں انہی کو پکارتی پھرتی ہے۔ ان مفترین کی تاریخ اور روافض کی اس وہم پرستی اور بے بنیاد عقیدہ کی وجہ سے بعض اہل علم کے ذہن اس طرف منتقل ہو گئے کہ اگر علمی لحاظ سے مہدی کے وجود ہی کا انکار کر دیا جائے تو اس تمام بحث وجدل سے امت مسلمہ کی جان چھوٹ جائے اور روزمرہ نئی نئی آزمائشوں کا اس کو مقابلہ نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ ابن خلدون مؤرخ نے اسی پر پورا زور صرف کیا ہے اور چونکہ تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے علمی طبقہ میں اس کو اونچا مقام حاصل ہے۔ اس لیے اس قسم کے مزاجوں کے لیے اس کا انکار کرنا اور تقویت کا باعث بن گیا۔ پھر بعد میں اسی کے اعتماد پر اس مسئلہ کا انکار چلتا رہا ہے۔ محدثین علماء نے ہمیشہ اس انکار کو تسلیم نہیں کیا اور خود مؤرخ موصوف کے زمانے میں بھی اس پیش گوئی کے اثبات پر تالیفات کی گئیں۔ جن میں سے اس وقت "ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون" کا نام ہمارے علم میں بھی ہے مگر یہ رسالہ ہم کو دستیاب نہیں ہو سکا۔ امام قرطبیؒ شیخ جلال الدین سیوطی، سید برزنجی، شیخ علی متقی، علامہ شوکانی، نواب صدیق حسن خان، شارح عقیدہ سفارینی کی تصنیفات ہماری نظر سے بھی گزری ہیں۔ ان کے مؤلفات کے علاوہ بھی اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے گئے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی خاص ماحول کی وجہ سے وضع حدیث کے دواعی پیدا ہوگئے ہیں تو اس دور کی حدیثوں پر محدثین کی نظریں بھی ہمیشہ سخت ہوگئی ہیں اور اس لیے بعض صحیح حدیثیں بھی مشتبہ ہوگئیں۔ جیسا کہ بنی امیہ کے دور میں فضائل اہل بیت کی بہت سے حدیثیں مشتبہ ہوگئی تھیں۔ پھر جب محدثین نے ان کو چھانٹنا شروع کیا، تو بعض متشدد نظروں میں اچھی خاصی حدیثیں بھی اس کی لپیٹ میں آگئیں۔ آخر جب اس فضا سے ہٹ کر علماء نے دوبارہ اس پر نظر ڈالی، تو انہوں نے بہت سی ساقط شدہ حدیثوں میں کوئی سقم نہ پایا اور آخر ان کو قبول کیا۔ اسی طرح یہاں بھی چونکہ ایک فرقے نے محمد بن حسن عسکری کے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کر دیا تو پھر وہی وضع حدیث کے جذبات ابھرے اور جب علماء نے غلط ذخیرہ کو ذرا تشدد کے ساتھ الگ کرنے کا ارادہ کیا تو لازمی طور پر یہاں بھی کچھ حدیثیں اس کی زد میں آگئیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اس بات کی صریح حدیثوں میں کوئی حدیث بھی صحیحین کی نہ تھی۔ گو صحت کے لیے صحیحین کی حدیث ہونا کسی کے نزدیک بھی شرط نہیں۔ اس لیے محدثانہ ضابطہ کے مطابق نقد و تبصرہ کو یہاں کچھ نہ کچھ وسعت مل گئی۔ لیکن یہ بات کچھ اسی باب کی حدیثوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر کتاب پر شیخین کی کتابوں کے سوا جب صرف ضابطہ کی تنقید شروع کر دی جائے اور صرف راویوں پر جرح و تعدیل کو لے کر اس باب کے دیگر امور مہمہ کو نظر انداز کر ڈالا جائے تو پھر نقد کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ اس تشدد و افراط کا ثمرہ گو وقتی طور پر کچھ مفید ہو تو ہو، لیکن دوسری طرف اس کا نقصان بھی ضرور ہوتا ہے اور وقتی فتنے ختم ہو جانے کے بعد آئندہ امت کی نظروں میں یہ اختلاف اچھی حدیثوں میں بھی شک و تردد کا موجب بن جاتا ہے لہذا یہاں جب آپ خارجی عوارض اور ماحول کے خاص حالات سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے اس موضوع کی احادیث پر نظر فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک ہمیشہ بڑی اہمیت کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ محقق ابن خلدون کے کلام کو جہاں تک ہم نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ جرح و تعدیل جرح تو ترجیح ہے۔ ۲۔ امام مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں۔ ۳۔ اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں ان میں امام مہدی کی تصریح نہیں۔ فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں۔ کیونکہ ہمیشہ ہر جرح کو ترجیح دینا یہ بالکل خلاف واقع ہے، چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس کا تنبہ ہوا کہ اس قاعدے کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہو جاتی ہیں، تو اس کا جواب انہوں نے صرف یہ دے دیا ہے کہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلم ہو چکی ہیں۔ اس لیے وہ مجروح نہیں کہی جا سکتیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو پھر علماء کو وہ مسلم ہی کیوں ہوئیں؟ رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں مذکور نہ ہونا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے، خود ان ہی حضرات کا اقرار ہے کہ انہوں نے جتنی صحیح حدیثیں نقل ہیں وہ سب کی سب اپنی کتابوں میں درج نہیں کیں۔ اس لیے بعد ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں۔ اب رہی تیسری بات تو یہ دعویٰ بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں ہے۔ کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذی وابوداؤد وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح و حسن کہا ہے۔ صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہو سکتی ہیں؟ دوم یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے اگر وہاں ایسے قوی قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریباً یقینی تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے؟ سوم یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ ہونا اور ایسی خاص صفات کا حامل ہونا جو بقول روایت "عمر بن عبدالعزیز" جیسے شخص میں بھی نہ تھیں ثابت ہے، تو بس اہل سنت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہو جاتا ہے، کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے علم اور نام نہیں۔ اور یہ آپ ابھی معلوم

کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے۔ اگرچہ سب میں کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانے میں مقدر ہے۔ یہ ایسا سمجھئے جیسا کہ دجال کا لفظ، حدیثوں میں ستر مدعیان نبوت کو دجال کہا گیا ہے، مگر دجال اکبر وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ہاں! اس لقب کی زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب پر پڑتی ہے جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں۔ محقق موصوف کی پوری بحث پڑھنے کے بعد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ محقق موصوف کی اصل نظر اسی فتنہ کی طرف ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ حدیثوں سے کسی ایسے مہدی کا وجود ثابت نہ ہو جس پر ایمان وقرآن کا دار و مدار ہو، اور جیسا کہ نقد و تبصرہ کے وقت ہر شخص اپنے طبعی اور علمی تاثرات سے بمشکل بری رہ سکتا ہے اسی طرح محقق موصوف بھی یہاں اس سے بچ نہیں سکے اور فن تاریخ کی سب سے کٹھن منزل یہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احادیث پر کلام کرتے ہوئے بڑے سے بڑے علماء کی توثیق نقل کرنے کے بعد بھی ان کا رجحان طبع انہیں علماء کی جانب رہا ہے، جنہوں نے کوئی نہ کوئی جرح ان حدیثوں میں نکال کھڑی کی ہے اور صرف جرح کے مقدم ہونے کو ایک قاعدہ کلیہ بنا کر بس اسی سے کام لیا ہے۔ اگر محقق موصوف جرح کے اسباب و مراتب پر غور فرما لیتے تو شاید ہر مقام پر ان کا رجحان اس طرف نہ رہتا۔

بابِ دوم: علاماتِ زمانیہ: فصل اول: ظہورِ مہدی اور جدید اسلحہ: مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کے کلام میں:

مشہور ہے کہ ان کی پہچان یہ ہوگی (یعنی مہدی) کہ وہ ایٹمی اسلحہ سے بے نیاز ہو کر تلوار سے جنگ کریں گے ان کی پھونکوں میں اتنی طاقت ہوگی کہ جہاں تک ان کی نظر جائے گی، وہاں تک ان کی پھونک پہنچے گی۔ خدا جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں اور کس حدیث میں ہیں اور کہاں سے لوگوں نے لکھیں، کیونکہ کسی صحیح روایت میں نہ تو اس کی نفی ہے کہ وہ ایٹمی اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور نہ یہ ذکر ہے کہ ان کی پھونکوں میں یہ طاقت ہوگی۔ ہاں البتہ ان کے غزوات کا ذکر احادیث میں ہے اور اگر احادیث میں تلوار کا ہو تو اس سے اس کی نفی کہاں لازم آتی ہے کہ وہ کسی دوسری قسم کا اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور یا اس کا ثبوت کہاں ہے کہ موجودہ حالت میں دنیا اپنے اس ایٹمی دور کے ساتھ اس وقت بھی موجود رہے گی۔[1] [عقیدۂ ظہورِ مہدی احادیث

[1] (۱)عن عبد الله بن عمرو، قال: "يملك الروم ملك لا يعصونه أو لا يكاد يعصونه شيئا..... ولا تكل سيوفهم ولا نشابهم، ولا نيازكهم، وأنتم مثل ذلك" ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ روم یعنی مغرب کو ایسے بادشاہ ملیں گے، کہ وہ ان کی نافرمانی نہیں کر سکیں گے اور نہ اس بارے میں سوچ سکیں گے، مزید فرمایا کہ ان کے ہتھیاروں میں تلوار، نیزے اور آگ پھینکنے والے آلات ہوں گے، وہ لڑائی سے نہیں تھکیں گے، اور اس زمانے میں تم بھی روم کی طرح ہوگے۔[الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۲۵۰، ج۱ص۴۱۵] (۲) ويل للعرب من شر قد اقترب، الأجنحة وما الأجنحة؟ الويل الطويل في الأجنحة، ريح فيها هبوبها، وريح تهيج هبوبها، وريح تواحي هبوبها [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۵۵۷، ج۱ص ۲۰۴۔ جامع معمر بن راشد، ج۱۱ص ۳۵۲، رقم: ۲۰۷۳۰] ترجمہ: عرب کے لیے نزدیک آنے والے شر سے ہلاکت ہے، یہ شر پرندوں کے پروں سے نکلے گا، تمہیں معلوم ہے کہ وہ پر کیسے ہوں گے؟ طویل افسوس! پرندوں کے یہ پر ہواؤں میں تیزی پیدا کر کے آگ بھڑکا دیں گے، اور ان ہواؤں میں آگ کی تیزی داخل ہو کر شعلوں کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ (۳) حضرت کعب احبارؒ کی روایت میں یہ بھی تصریح ہے، فرمایا: ثم يسلط الله على الروم ريحا، وطيرا تضرب وجوههم بأجنحتها، فتفقأ أعينهم، وتتصدع بهم الأرض، فيتلجلجوا في مهوى بعد صواعق

کی روشنی، ص۱۴۷]

فصل دوم: ظہورِ مہدی سے پہلے دنیا بھر میں ظلم و ستم کا عام ہو جانا: مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے کلام میں:

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ:«أبشركم بالمهدي، يبعث على اختلاف من الناس[1]

ورواجف تصيبهم [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۲۹۰، ج۲ص۴۴۹] ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ رومیوں پر ایسی ہوائیں اور پرندے مسلط کر دیں گے، جو ان کے چہروں کو اپنے پروں سے مار مار کر ان کی آنکھیں پھوڑ دیں گی اور ان کے لیے زمین کو پھاڑ دے گی، ان پرندوں کی تیز آوازوں سے زمین میں سخت حرکتیں رونما ہوں گی اور یہ رومی زمین کے ایک گہرے گھڑے میں دھنس جائیں گے۔(۴) ایک روایت میں اس کی مزید وضاحت ملتی ہے، فرمایا: **ولأنزلن عليك ثلاث نيران: نار من زفت، ونار من كبريت، ونار من نفط، ولأتركنك جلحاء قرعاء، لا يحول بينك وبين السماء شيء، ليبلغن صوتك ودخانك، وأنا في السماء** [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۳۱۳، ج۲ص۴۶۶] ترجمہ: اور ضرور بالضرور میں تم پر تین آگ اتاروں گا، ایک آگ تارکول سے بنی ہوئی، دوسری آگ گندھک سے بنی ہوئی اور تیسری آگ جلتے تیل سے بنی ہوئی ہوگی، جس کے اثرات سے تمہارے جسم سے بال اور چڑا اُکھڑ جائے گا اور تمہاری آبادیاں منہدم ہو کر چٹیل میدان بن جائیں گی، جس کے بعد آسمان اور تمہارے مابین کوئی حائل نہیں ہوگا اور ضرور تمہاری آوازیں، چیخ وپکار اور اس کے بعد زمین سے اٹھنے والا دھواں آسمان کی طرف اٹھے گا۔(۵) حضرت کعب احبارؒ کی ایک روایت میں لڑی جانے والی جنگوں کے بارے میں فرمایا: **"لو لا أن أشهد الملحمة العظمى فإن الله تعالى يحرم على كل حديدة أن تجبن، فلو ضرب الرجل يومئذ بسفود لقطع"**[الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۲۵۳، ۱۳۷۷، ج۱ص۴۲۲، ج۲ص۴۹۰] کیوں نہ اس بڑے ملحمہ میں مجھے حاضری نصیب ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر لوہے پر بزدلی کو ممنوع کر دیا ہے، اس ہونے والی جنگ میں اگر ایک آدمی کو "سفود" جیسے چھوٹے لوہے سے مارا جائے تو بھی پھٹ جائے۔(۶) حضرت کعب احبارؒ کی ایک روایت میں تلواروں کے بارے میں فرمایا: **ويسلط الحديد بعضه على بعض، لا يضر الرجل أن يكون معه سيف لا يجدع الأنف، لا يكون مكانه الصمصامة، لا يضعه على شيء إلا أبانه** [الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۲۵۱، ج۱ص۴۱۶] ترجمہ: مسلمان اور کفار آپس میں ایک دوسرے پر جنگ میں لوہا مسلط کریں گے۔ اگر کسی کے پاس جنگ میں ناک کاٹنے والی تلوار بھی نہ ہو، تو کوئی نقصان کی بات نہیں ہوگی اور جنگ میں کامیابی کے لیے اس کو تیز کاٹنے والی تلوار کی ضرورت نہیں ہوگی۔ کسی چیز پر وہ لوہا نہیں رکھا جائے گا مگر تیز کاٹ نہ ہونے کے باوجود بھی اسے اپنی جگہ سے جدا کر دے گا۔

[1] دورِ مہدی سے پہلے دنیا بھر کے حالات شدید اختلافات کے شکار ہوں گے، جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرنا عام معمول بن جائے گا، جس کی بنیادی وجہ مختلف جماعات، تنظیمیں، مذاہب وافکار اور جتھہ بندیاں ہوں گی۔ ان سب حالات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بھائی بندی اور رشتہ داریاں ختم ہو کر معاشرتی بگاڑ شروع ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ صوبائی، لسانی، قومی اور فرقہ واریت کی آگ بھڑک اٹھے گی، جو ملکی اور بین الاقوامی طور پر انفرادی اور اجتماعی ظلم و ستم کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام ان مظالم کے خاتمے کے لیے حرکت میں آجائے گا اور سمندری، فضائی، زمینی حالات میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو جائیں گی، یعنی زلزلے، موسمی تبدیلیاں، سیلابوں کا آنا، بارشوں کا کم یا زیادہ ہونا، قحط اور رفتہ رفتہ خدائی اور کبھی کبھار مصنوعی شکل میں بیماریاں شروع ہو جائیں گی۔ مال کی کثرت کے باوجود غربت کی شدت سے عوام تنگ آکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں گے، جس کی منظم صورت قبائلی، قومی اور دوسرے متعدد ناموں کی شکل میں ظاہر ہو کر ملکی اور عالمی خون ریزی کا ماحول پیدا کرے گی۔ مسلمانوں کے اس انتشار سے عالمِ کفر فائدہ اٹھا کر دنیا کے کونے کونے میں ان پر حملہ آور ہوں گے اور یوں عالمی جنگ کا سماں بن جائے گا۔ اسی مضمون کو حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ اور حضراتِ اہلِ بیت سے نقل کیا گیا ہے۔

وزلازل، فيملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما، يرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض، يقسم المال صحاحا". قال له رجل: ما صحاحا؟ قال: " بالسوية بين الناس، ويملأ الله قلوب أمة محمد-ﷺ- غناء، ويسعهم عدله، حتى يأمر مناديا فينادي فيقول: من له في مال حاجة؟ فما يقوم من الناس إلا رجل واحد فيقول: أنا. فيقول: إئت السدان -يعني الخازن- فقل له: إن المهدي يأمرك أن تعطيني مالا. فيقول له: احث، حتى إذا جعله في حجره وائتزره ندم، فيقول: كنت أجشع أمة محمدﷺ أو عجز عني ما وسعهم . قال: فيرده فلا يقبل منه، فيقال له: إنا لا نأخذ شيئا أعطيناه، فيكون كذلك سبع سنين أو ثمان سنين أو تسع سنين، ثم لا خير في العيش بعده. أو قال:" ثم لا خير في الحياة بعده» [مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۳۹۴، ج۷ ص۳۱۴] **ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں اختلاف واضطراب کے بعد زمانہ میں بھیجا جائے گا تو وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ (اس سے پہلے) ظلم وجور سے بھری ہوگی زمین اور آسمان والے اس سے خوش ہوں گے وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دے گا (یعنی اپنے داد ودہش میں وہ کسی کا امتیاز نہیں برتے گا) اللہ تعالیٰ اس کے دور خلافت میں میری امت کے دلوں کو استغناء وبے نیازی سے بھر دے گا (اور بغیر امتیاز وترجیح کے) اس کا انصاف سب کو عام ہوگا وہ اپنے منادی کو حکم دے گا کہ عام اعلان کر دے کہ جسے مال کی حاجت ہو (وہ مہدی کے پاس آجائے اس اعلان پر) مسلمانوں کی جماعت میں سے بجز ایک شخص کے کوئی بھی نہیں کھڑا ہوگا مہدی اس سے کہے گا کہ خازن کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مہدی نے مجھے مال دینے کا تمہیں حکم دیا ہے (یہ شخص خازن کے پاس پہنچے گا) تو خازن اس سے کہے گا اپنے دامن میں بھر لے چنانچہ وہ (حسب خواہش) دامن بھر لے گا اور خزانے سے باہر لائے گا تو اسے (اپنے اس عمل پر) ندامت ہوگی اور (اپنے دل میں کہے گا کیا) امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں سب سے بڑھ کر لالچی اور حریص میں ہی ہوں یا یوں کہے گا میرے ہی لیے وہ چیز ناکافی ہے جو دوسروں کے واسطے کافی وافی ہے (اس ندامت پر) وہ مال واپس کرنا چاہے گا مگر اس سے یہ مال قبول نہیں کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ہم دے دینے کے بعد واپس نہیں لیتے مہدی عدل وانصاف اور داد ودہش کے سات، آٹھ یا نو سال زندہ رہے گا اس کی وفات کے بعد زندگی میں کوئی خوبی نہیں ہوگی۔

عن أبي سعيد الخدري،قال: قال رسول اللهﷺ: «لا تقوم الساعة حتى تملأ الأرض ظلما وجورا وعدوانا، ثم يخرج من أهل بيتي من يملأها قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وعدوانا» هذا حديث صحيح على شرط الشيخين **ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین ظلم وجور اور سرکشی سے بھر جائے گی[1] بعد ازاں میرے اہل بیت سے ایک شخص (مہدی) پیدا ہوگا جو زمین کو عدل

---

[1] ایک دوسری روایت میں فرمایا: **آخری زمانے میں میری امت پر بادشاہ کی طرف سے ایسی سخت مصیبت اترے گی، جو اس سے پہلے کسی نے نہیں سنی ہوگی، روئے زمین اپنی کشادگی کے باوجود لوگوں پر مکمل طور پر تنگ ہو جائے گی، یہاں تک کہ زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ مؤمنوں کو پناہ لینے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملے گی۔** اس کے بعد اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک آدمی بھیجیں گے، جو روئے زمین کے ظلم وستم کو اپنے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ زمین وآسمان کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے۔ آسمان اپنی بارش مسلسل لگاتار بھیجے گا اور زمین اپنی برکات نکالے گی۔ وہ سات سال، آٹھ سال یا نو سال تک حکومت کرے گا۔ لوگ اپنے مردوں کی زندگی کی آرزوئیں کریں

وانصاف سے بھر دے گا (مطلب یہ ہے کہ خلیفہ مہدی کے ظہور سے پہلے قیامت نہیں آئے گی۔)[1]

عن محمد بن الحنفية، قال: كنا عند علي، فسأله رجل عن المهدي، فقال علي: هيهات، ثم عقد بيده سبعا، فقال: " ذاك يخرج في آخر الزمان إذا قال الرجل: الله الله قتل،[2] فيجمع الله تعالى له قوما قزعا كقزع السحاب، يؤلف الله بين قلوبهم، لا يستوحشون إلى أحد، ولا يفرحون بأحد،[3] يدخل فيهم على عدة

گے۔[المستدرک للحاکم] حضرت علیؓ سے ظہورِ مہدی کی علامات میں مروی ہے، آپؓ نے فرمایا: إذا صارت الدنيا هرجاً ومرجاً، وتظاهرت الفتن، وتقطعت السبل، وأغار بعضهم على بعض **جب دنیا میں قتلِ عام شروع ہو جائے گا اور پے در پے فتنے ظاہر ہوں گے اور راستے بند ہوں گے۔ اور ایک دوسرے پر حملے کریں گے** [صفة المهدي لأبي نعيم الأصبهاني]

[1] اس حدیث میں ظہورِ مہدی سے پہلے اختلافات کی شدت، موسمی تبدیلیاں، زلزلے اور دنیا کا ظلم وستم سے بھر جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے، دیگر روایات میں فتنوں کی کثرت، مصائب کی بھرمار اور شدید خوف کا ذکر بھی آیا ہے، جس کی وجہ دینی تفرقہ اور آپس کے اختلافات ہوں گی۔ بالآخر لوگ ایک دوسرے پر بھاؤلے کتوں کی طرح حملہ آور ہوں گے اور یہ معمول کا قضیہ بن جائے گا۔ ایسے ہی وبائی امراض طاعون اور شدید پریشانی کا تذکرہ بھی احادیث میں ملتا ہے، چنانچہ فرمایا: امام محمد بن علیؒ نے ارشاد فرمایا: کہ امام مہدی اس وقت تک نہیں آئیں گے، **جب تک امت میں شدید خوف، فتنہ، مصیبت اور طاعون جیسی وبائی امراض نہ آجائیں۔ پھر عربوں کے درمیان کاٹنے والی تلوار آجائے گی۔ اور لوگوں کا دینی مسائل میں افتراق ہو گا، اس کے بعد حالات کی تیزی سے تبدیلی شروع ہو جائے گی۔** آپس کے جنگ وجدال اور بھاؤلے کتوں کی طرح ایک دوسرے پر حملے کی وجہ سے لوگ صبح شام موت کی تمنا کرنے لگیں گے۔ [عقد الدرر للسلمی الشافعی]

[2] "إذا قال الرجل: الله الله قتل" ظہورِ مہدی سے پہلے پوری دنیا ظلم وستم سے بھر جائے گی، بالخصوص اس ظلم کا شکار مسلمان ہوں گے۔ زمانۂ جاہلیت کی طرح اس دور میں بھی مسلمان ملامت اور تہمت کا نشان ہوں گے۔ پوری دنیا کا نظامِ کفر متحد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے گا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو کہیں بھی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ قتل ہونے کے لیے صرف کلمہ گو مسلمان ہونا کافی ہو گا، جیسا کہ فرمایا: (وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ) یہی مفہوم اس حدیث میں ظہورِ مہدی کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ بھرپور جائزہ لے کر موجودہ زمانے سے اس کا مقارنہ کیا جائے، تو صورت حال خود بخود واضح ہو جائے گی۔

[3] "قزعا كقزع السحاب" جس طرح بارش سے پہلے اللہ تعالیٰ فضا میں متفرق بادلوں کے ٹکڑوں کو جمع کر کے اپنی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بارش کے ذریعے بنجر زمین کو سرسبز بناتے ہیں، ایسے ہی جب پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم وستم عام ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ بارش کی طرح خلافت کی رحمت کو امام مہدی کے ذریعے نازل فرمائیں گے اور اس کی مدد کے لیے دنیا کے متفرق خطوں سے بہترین اعمال والے، عمدہ قلوب والے ایسے لوگوں کو منتخب کریں گے، جن کی زندگی کا مقصودِ اصلی صرف قیامِ خلافت ہو گا۔ اور اس کے نفاذ میں حائل ساری رکاوٹوں کو یہ حضرات خاطر میں نہیں لائیں گے۔ ۲۔ "لا يستوحشون إلى أحد، ولا يفرحون بأحد" جب خدائی قانونِ رحمت حرکت میں آجائے گا، تو پوری دنیا میں ظلم وستم کے رسیدہ لوگوں سے ایسے افراد کا انتخاب کریں گے، جو نہ تو اللہ کے علاوہ کسی سے مرعوب ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی مطلوب ہو گا۔ اس لیے کسی اجنبی کے ملنے سے نامانوس نہیں ہوں گے اور نہ ہی اپنوں کا ساتھ چھوڑنا ان کے لیے باعث غم ہو گا، تاہم اس کے ساتھ لشکرِ مہدی سے وابستہ افراد نہایت متواضع اور یک جان ہو کر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ "لم يسبقهم الأولون ولا يدركهم الآخرون" پوری دنیا پر قیام خلافت کے لیے ان کا انتخاب محض اللہ تعالیٰ کے فیض سے ہو گا، جس کی نظیر نہ تو سابقہ ادوار میں گزری ہو گی اور نہ ہی آنے والا زمانہ اس کی نظیر پیش کرے سکے گا۔ دورِ نبوت سے دوری

أصحاب بدر، لم يسبقهم الأولون ولا يدركهم الآخرون، وعلى عدد أصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر،[1] قال أبو الطفيل: قال ابن الحنفية: أتريده؟ قلت: «نعم» ، قال: إنه يخرج من بين هذين الخشبتين، قلت: «لا جرم والله لا أريهما حتى أموت»، فمات بها يعني مكة حرسها الله تعالى «هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه»[المستدرک، رقم:۸۶۵۹، ج۴ص۵۹۶] ترجمہ: حضرت ابو الطفیلؓ محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ وہ حضرت علیؓ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان سے مہدی کے بارے میں پوچھا؟ تو حضرت نے بربنائے لطف فرمایا: دور ہو، پھر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مہدی کا ظہور آخر زمانہ میں ہوگا (اور بے دینی کا اس قدر غلبہ ہوگا کہ)اللہ کے نام لینے والے کو قتل کر دیا جائے گا (ظہور مہدی کے وقت) اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو ان کے پاس اکٹھا کر دے گا، جس طرح بادل کے متفرق ٹکڑوں کو مجتمع کر دیتا ہے اور ان میں یگانگت والفت پیدا کر دے گا، یہ نہ تو کسی سے متوحش ہوں گے اور نہ کسی کو دیکھ کر خوش ہوں گے (مطلب یہ ہے کہ ان کا باہمی ربط وضبط سب کے ساتھ یکساں ہوگا) خلیفہ مہدی کے پاس اکٹھا ہونے والوں کی تعداد اصحابِ بدر (غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرامؓ) کی تعداد کے مطابق (یعنی ۳۱۳) ہوگی۔اس جماعت کو ایسی (خاص وجزوی) فضیلت حاصل ہوگی جو اس سے پہلے والوں کو حاصل ہوئی ہے نہ بعد والوں کو حاصل ہوگی، نیز اس جماعت کی تعداد اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر ہوگی جنہوں نے طالوت کے ہمراہ نہر (اردن) کو عبور کیا تھا، حضرت ابو الطفیل کہتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ نے مجھ سے پوچھا کیا تم اس جماعت میں شریک ہونے کا ارادہ اور خواہش رکھتے ہو، میں نے کہا ہاں، تو انہوں نے (کعبہ شریف کے) دوستونوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ خلیفہ مہدی کا ظہور انہیں کے درمیان ہوگا اس پر ابو الطفیل نے فرمایا: بخدا میں ان سے تا حیات جدا نہ ہوں گا (راوی حدیث کہتے ہیں) چنانچہ ابو الطفیل کی وفات مکہ معظمہ ہی میں ہوئی۔

فصل سوم: ظہورِ مہدی، نزولِ مسیح اور قیامِ اسرائیل کا پس منظر: علامہ بنوری رحمہ اللہ کے کلام کی روشنی میں

مولانا بشیر احمد حامد حصاری رحمہ اللہ شاگردِ رشید علامہ بنوریؒ اپنی کتاب ظہورِ امام مہدی وفتنۂ دجال کب، کیسے ؟ میں موجودہ

کے باوجود نہایت پاکیزہ قلوب والے ان افراد کا اوڑھنا بچھونا عہدِ اولی کے اولوالعزم افراد کی طرح فقط رضائے الٰہی ہوگا۔ جس کا حصول کسی بھی قیمت پر چھوڑنے کے لیے یہ حضرات تیار نہ ہوں گے۔اس وجہ سے ایک روایت میں فرمایا کہ روئے زمین کے سب سے بہترین افراد یہی ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا: کہ یہ میرے زمانے کے پچاس حضرات صحابہؓ سے اجر میں بڑھ کر ہوں گے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے ان کو اپنا بھائی کہا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زبان جنت کی خوشخبری وصول کرنے والا ارشاد فرمایا۔ بعض روایات میں راتوں کے راہب اور دنوں کے شیر، ہر تاریک فتنے سے نکلنے والے، روشن چراغ اور انگاروں کو ہاتھوں میں پکڑنے والے کہا گیا ہے۔

[1] مراتب میں (جزوی) برابری کے ساتھ ساتھ تعداد میں بھی اصحابِ بدر کے مشابہ ہوں گے، جس طرح انہوں نے قیامِ خلافت میں خشتِ اول کا کردار ادا کیا تھا، ایسے ہی ان کا بھی خلافتِ مہدی کے لیے کردار ہوگا۔ اور جس طرح حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کی خلافت میں اصحابِ طالوت کا نمایاں مقام تھا، ایسے ہی پوری دنیا میں اسلام کے جھنڈے گاڑنے میں ان کی حیثیت ہوگی۔اسی طرح اس حدیث کی رو سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام مہدیؒ کے آنے سے پہلے ان کا انتظار کرنا اور دورانِ انتظار مکمل شریعت کی ذمہ داریوں کا نبھانا نہ صرف عملِ صالح ہے، بلکہ حضراتِ تابعین کا ایک ممدوح عمل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے بھی صرف اسی غرض کے لیے مکہ مکرمہ ہجرت کی تھی۔

اسرائیل کے قیام کے بارے میں ایک تحقیق میں لکھا: "۱۹۵۴ء میں الجامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی بنیاد رکھی گئی اس کا آغاز "درجہ تخصص فی العلوم الاسلامیہ" سے ہوا، سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں میرے ساتھی مولانا محمد یوسف ایرانی اور یہ بندہ ناچیز تھے، باقی ساتھی بعد میں آئے، ہمارے نصاب میں تفسیر قرآن بھی تھی، تفسیر حضرت شیخ علامہ سید بنوری رحمہ اللہ خود پڑھاتے تھے، آخری چند پارے حضرت مولانا لطف اللہ پشاوریؒ نے پڑھائے"۔

یہودی تباہی کی مختصر تاریخ علامہ سید بنوریؒ کی زبانی: حضرت شیخ سید علامہ بنوریؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بتایا تھا کہ تمہارے کرتوتوں کے نتیجہ میں تمہاری زندگی میں دو خوفناک موڑ آئیں گے جن کا ان آیات میں ذکر ہے، یہ آیات آپ ﷺ کی معراج سے واپسی پر نازل ہوئیں اور آپ ﷺ کی معراج گویا سدرۃ المنتھی پر آپ ﷺ کی تاج پوشی ہے کہ اب قیامت تک سریر آرائے منصبِ نبوت بس آپ ﷺ ہی ہیں، لہذا امت مرحومہ کو بتایا جارہا ہے کہ کارِ نبوت کے امین اب تم ہوگے، بنی اسرائیل رفتگانِ زمانہ ماضی ہوگئے اور جو دو خوفناک موڑ بنی اسرائیل پر آئے تھے تمہارے کرتوتوں کے سبب وہ تمہیں بھی پیش آئیں گے چنانچہ ان میں پہلا حادثہ تاتاری فتنے کی صورت میں منظر عام پر آیا اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس قدر ہلاکت خیز تھا کہ اس کی سفاکی کی کوئی دوسری مثال چشمِ فلک نے نہیں دیکھی، اس کے بعد وہ تاتاری خود ہی اسلام کے خادم بن گئے اور امت مسلمہ پھر عروج پر آگئی، لیکن رفتہ رفتہ امت کی بدنصیبی کہ دوبارہ اسی ڈگر پہ پہنچ گئی جہاں قہر خداوندی کا بند ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ انگریز امپریلزم نے امت مسلمہ کے ساتھ جس درندگی اور سفاکی کا بھیانک ترین کھیل کھیلا اس نے وحشت و بربریت کے سارے ریکارڈ توڑ دیے، تاتاریوں کی سفاکی اس سے بہت پیچھے رہ گئی، یہ دوسرا دور پہلے کی نسبت بہت طویل ہوا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہودیوں پر پہلا حملہ مشرق کی طرف سے بخت نصر کا تھا اور دوسرا مغرب کی طرف سے رومیوں کا تھا، فرمایا: اسی طرح امت پہ پہلا حملہ مشرق کی طرف سے تاتاریوں کا تھا اور دوسرا حملہ مغرب کی طرف رومیوں کا، جو ابھی تک جاری ہے، لیکن یہودیوں کو تیسری بار کے لیے "عسیٰ ربکم أن یرحمکم وإن عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا" امید ہے کہ تمہارا رب رحم فرمائے گا گویا یہودیوں کو ایک چانس اور ملے گا اگر پھر وہی کرتوت کروگے، تو عذاب دوبارہ آئے گا جس کے بعد پھر جہنم ہے یعنی اس چانس کے بعد یہود کا مکمل خاتمہ ہوگا اور ان کے پھلنے پھولنے کا یہ دور خروجِ دجال تک دراز ہوگا۔ [ظہورِ مہدی اور فتنۂ دجال، ص ۱۵۵۔۱۵۹]

کیا تکوینی طور پر مسلمانوں کی سزا کے لیے یہودی موجودہ دور میں غالب ہوئے؟

سورۃ الاسراء کی ان آیات کی روشنی حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی رحمہ اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق درسی تفسیر میں لکھا ہے:

عیسائیوں اور مسلمانوں کا قبضہ: ٹیٹس رومی کے حملے کے سو (۱۰۰ سال) ڈیڑھ سو (۱۵۰ سال) بعد نصرانیوں کے دن پھرے، قسطنطین نے عیسائیت اختیار کرلی، جس کی وجہ سے عیسائیت کو حوصلہ ملا، مگر یہودی اسی طرح ذلیل و خوار ہی رہے اور ہیکل مقدس بھی ویران ہی پڑا رہا۔ اس کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں شام و فلسطین پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ اُس وقت تک بیت المقدس کی عمارت کھنڈر میں تبدیل ہوچکی تھی، تاہم اس مقام کو ہیکل مقدس ہی کہا جاتا تھا، جس وقت واقعۂ معراج پیش آیا، اس وقت بھی بیت المقدس ویران حالت میں ہی تھا، پھر جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا، تو بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور تقریباً اسیؔ سال تک یہ مقدس مقام مسلمانوں کے قبضہ میں ہی رہا اور اس کے بعد پھر عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ اب اس وقت بیت المقدس یہودیوں کے قبضہ میں ہے، چار بڑی طاقتوں نے ملی بھگت کے ذریعے فلسطین میں اسرائیلی ریاست قائم کردی ہے اور فلسطینیوں کو وہاں سے نکال باہر کیا ہے۔ مسلمان بیت المقدس کی حفاظت نہیں کر

سکتے۔ اب ان کی بھی وہی حالت ہو چکی ہے جو کسی وقت یہودیوں کی تھی۔ اب یہودی بیت المقدس کی جگہ پرانا ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا میں پچاس کے قریب مسلمان ریاستیں ہیں، مگر ان کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے مقدس مقام کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ بیت اللہ شریف کی حفاظت تو اللہ نے اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے، لہذا وہاں کسی غیر مسلم کا قبضہ نہیں ہونے دیا۔ مگر بیت المقدس کو یہ گارنٹی حاصل نہیں ہے، لہذا یہ بار بار بستا اور اجڑتا رہا ہے۔ یہودیوں کے دور میں بیت المقدس کی دو دفعہ بے حرمتی ہوئی اور اب مسلمان بھی اس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کی حالتِ زار: حقیقت یہ ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی یہودیوں والی بیماریاں پیدا ہو چکی ہیں۔ دعویٰ کچھ ہے اور عمل کچھ اور۔ عراق، شام، ایران، اردن وغیرہ نام تو اسلام کا لیتے ہیں، مگر حقیقت کچھ نہیں۔ آج دنیا بھر کے مسلمان سرکشی اور فساد فی الارض کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کی اس سے بڑی ذلت کیا ہو گی کہ ان کے قبلہ اول کی تذلیل ان کی آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہے۔ مسلمان دین کو چھوڑ کر عیاشی اور آرام طلبی میں مبتلا ہو چکے ہیں یہودی بھی اللہ کے نبیوں کی مخالفت کرتے تھے۔ جب انہیں شرک، بدعت اور معاصی سے منع کیا جاتا، تو مخالفت پر اتر آتے، آج مسلمانوں کو بھی نہی عن المنکر کیا جائے، تو وہ بھی آمادہ بر فساد ہوتے ہیں اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے، لہذا اپنی کثیر تعداد کے باوجود بیت المقدس کی حفاظت نہیں کر سکے، حالانکہ یہ ان کی ذمہ داری تھی، اگرچہ ملتِ ابراہیمی کا عظیم قبلہ تو بیت اللہ شریف ہی ہے مگر اللہ نے بیت المقدس کے باسیوں کو بھی مجرم قرار دیا ہے وہ سارے انبیاء کا قبلہ رہا ہے، وہاں پر ایک نماز پڑھنے کا اجر دوسری جگہ کی نسبت پچاس ہزار گنا زیادہ ہے، مگر اب مسلمان اس عظیم خیر سے محروم ہو چکے ہیں۔ بہر حال اللہ نے یہ بات سمجھا دی ہے کہ اے لوگو! اگر اب بھی تم برائیوں سے باز آجاؤ۔ اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے لگو، تو پھر "عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ" شاید کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمادے، تمہیں کھویا ہوا وقار پھر سے حاصل ہو جائے، یہودیوں کا حال تمہارے سامنے ہے۔

بختِ نصر اور ٹیٹس رومی کے بعد ان کی تیسری شامت اس وقت آئی، جب اللہ نے اپنا آخری نبی مبعوث فرمایا، اس وقت یہودیوں کی کثیر تعداد خطہ عرب خصوصاً مدینہ طیبہ کے اطراف میں آباد تھی، انہوں نے نہ صرف پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا انکار کیا، بلکہ ان کے پیروکاروں کے خلاف سازشیں کیں اور مشرکین عرب کا ساتھ دیا۔

مگر اللہ نے تیسری مرتبہ بھی ان کو ذلیل و خوار کیا۔ سرزمین عرب پر مسلمانوں کو تسلط حاصل ہوا، تو کچھ یہودی مارے گئے اور باقی جلاوطن ہوئے۔ عرب سے باہر جا کر بھی ذلیل و خوار ہی ہوتے رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر اب بھی سابقہ واقعات سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے "وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا" اگر تم پھر برائیوں کی طرف پلٹ آئے، اصلاح کے بجائے فساد فی الارض کے مرتکب ہوئے۔ اللہ کی آخری کتاب اور اس کے آخری نبی پر ایمان نہ لائے، تو ہم بھی پلٹ کر تمہیں وہی سزا دیں گے، جو پہلے دیتے رہے۔ [معالم العرفان، ج ۱۲ ص ۴۶]

سورۃ الاسراء کی تفسیر مفتی محمد شفیعؒ کے کلام کی روشنی میں:

بنی اسرائیل کے متعلق حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ وہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، دین و دنیا میں فائز المرام اور کامیاب رہیں گے اور جب کبھی دین سے انحراف کریں گے، ذلیل و خوار کیے جاوینگے اور دشمنوں کافروں کے ہاتھوں ان پر مار ڈالی جائے گی اور صرف یہی نہیں کہ دشمن ان پر غالب ہو کر ان کی جان و مال کو نقصان پہنچائیں گے بلکہ ان کے ساتھ ان کا قبلہ جو بیت المقدس ہے وہ بھی اس دشمن کی زد سے محفوظ نہیں رہے گا، ان کے کافر دشمن مسجد بیت المقدس میں گھس کر اس

کی بے حرمتی اور توڑ پھوڑ کریں گے، یہ بنی اسرائیل کی سزا ہی کا ایک جزو ہوگا۔ آگے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان معاملات میں اپنا ضابطہ بیان فرمادیا، وان عدتم عدنا یعنی اگر تم پھر نافرمانی اور سرکشی کی طرف لوٹو گے، تو ہم پھر اسی طرح کی سزا و عذاب تم پر لوٹا دیں گے، یہ ضابطہ قیامت تک کے لیے ارشاد ہوا ہے اور اس کے مخاطب وہ بنی اسرائیل تھے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھے، جس میں ارشاد کر دیا گیا ہے کہ جس طرح پہلے شریعت موسویہ کی مخالفت سے اور دوسری مرتبہ شریعت عیسویہ کی مخالفت سے تم لوگ سزا و عذاب میں گرفتار ہوئے تھے، اب تیسرا دور شریعت محمدیہ کا ہے، جو قیامت تک چلے گا اس کی مخالفت کرنے کا بھی وہی انجام ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان لوگوں نے شریعت محمدیہ اور اسلام کی مخالفت کی، تو مسلمانوں کے ہاتھوں جلاوطن اور ذلیل و خوار ہوئے اور بالآخران کے قبلہ بیت المقدس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔
فرق یہ رہا کہ پچھلے بادشاہوں نے ان کو بھی ذلیل و خوار کیا تھا اور ان کے قبلہ بیت المقدس کی بے حرمتی بھی کی تھی اب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا، تو مسجد بیت المقدس جو صدیوں سے منہدم اور غیر آباد پڑی تھی، اس کو از سرِ نو تعمیر کیا اور اس قبلہ انبیاء کے احترام کو بحال کیا۔

واقعاتِ بنی اسرائیل مسلمانوں کے لئے عبرت ہیں، موجودہ واقعہ بیت المقدس اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے:

بنی اسرائیل کے یہ واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے اور مسلمانوں کو سنانے سے بظاہر مقصد یہی ہے کہ مسلمان بھی اس ضابطۂ الٰہیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ دین و دنیا میں ان کی عزت و شوکت اور مال و دولت اطاعت خداوندی کے ساتھ وابستہ ہیں، جب وہ اللہ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے انحراف کریں گے، تو ان کے دشمنوں اور کافروں کو ان پر غالب اور مسلط کر دیا جائے گا، جن کے ہاتھوں ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی بھی ہوگی۔
آج کل جو حادثہ فاجعہ بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضہ کا ہُوا اور پھر اس کو آگ لگانے سے سارا عالم اسلام پریشان ہوا حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی قرآنی ارشاد کی تصدیق ہو رہی ہے مسلمانوں نے خدا اور رسول کو بھلایا آخرت سے غافل ہو کر دنیا کی شان و شوکت میں لگ گئے اور قرآن و سنت کے احکام سے بیگانہ ہو گئے تو وہی ضابطہ قدرت الہیہ سامنے آیا کہ کروڑوں عربوں پر چند لاکھ یہودی غالب آ گئے انہوں نے ان کی جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا اور شریعت اسلام کی رو سے دنیا کی تین عظیم الشان مسجدوں میں سے ایک جو تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے وہ ان سے چھین لیا اور ایک ایسی قوم غالب آ گئی، جو دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار سمجھی جاتی رہی ہے، یعنی یہود۔
اس پر مزید یہ مشاہدہ ہے کہ وہ قوم نہ تعداد میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے اور نہ مسلمانوں کے مجموعی موجودہ سامانِ حرب کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا، کہ یہ واقعہ یہود کو کوئی عزت کا مقام نہیں دیتا، البتہ مسلمانوں کے لئے ان کی سرکشی کی سزا ضرور ہے، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا ہماری بداعمالیوں کی سزا کے طور پر ہوا اور اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ ہم پھر اپنی بداعمالیوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کریں، احکام الہیہ کی اطاعت میں لگ جائیں، سچے مسلمان بنیں، غیروں کی نقالی اور ان پر اعتماد کے گناہ عظیم سے باز آ جائیں، تو حسبِ وعدۂ ربانی ان شاء اللہ تعالیٰ بیت المقدس اور فلسطین پھر ہمارے قبضہ میں آئے گا۔
مگر افسوس یہ ہے کہ آج کل کے عرب حکمران اور وہاں کے عام مسلمان اب تک اس حقیقت سے متنبہ نہیں ہوئے، وہ اب بھی غیروں کی امداد پر تکیہ لگائے ہوئے بیت المقدس کی واپسی کے پلان اور نقشے بنا رہے ہیں، جن کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔ وہ اسلحہ اور سامان جس سے بیت المقدس اور فلسطین پھر مسلمانوں کو واپس مل سکتا ہے صرف

اللہ تعالیٰ کی طرف انابت ورجوع، آخرت پر یقین، احکام شرعیہ کی اتباع اپنی معاشرت اور سیاست میں غیروں پر اعتماد اور ان کی نقالی سے اجتناب اور پھر اللہ پر بھروسہ کر کے خالص اسلامی اور شرعی جہاد ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے عرب حکمرانوں اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔[معارف القرآن، ج۵ ص۴۵۰-۴۵۱]

علامہ بنوریؒ کا قیام اسرائیل کی روشنی جئنا بکم لفیفا کی تشریح:

اور سورۃ بنی اسرائیل کے آخر میں ہے: "**وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا** "اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں رہو، پھر جب آجائے گا آخری وعدہ تو ہم تم سب کو سمیٹ کے لے آئیں گے۔اس آخری وعدے سے مراد آخرت بھی ہو سکتی ہے۔

اور اس سے پہلے مذکورۃ الصدر آیات میں "**إِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ** "وعد الآخرۃ سے مراد فساد برپا کرنے کا دوسرا دور ہے، اور آیت زیر بحث میں الفاظ وہی ہیں: "**إِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ** "لہذا اگر کہا جائے کہ اس سے مراد وہ آخری وعدہ ہے، جس کی نشاندہی کی گئی ہے، تو یہ بات درست ہوگی۔مذکورۃ الصدر آیات میں فرمایا: "**عسیٰ ربکم أن یرحمکم** "امید ہے تمہارا رب ایک بار اور تم پر رحم فرمائے گا۔ اور فرمایا: "**ان عدتم عدنا**" اگر تم دوبارہ لوٹے یعنی فساد برپا کرنے کی طرف تو ہم بھی دوبارہ لوٹیں گے۔یعنی تم پر عذاب مسلط کرنے کی طرف۔لیکن اس آخری بار عذاب کی کیا صورت ہوگی؟ کیونکہ ان کی اجتماعیت تو ہمیشہ کے لیے کلیۃً ختم کر دی گئی تھی، پہلے بخت نصر نے ان کی قوت کچل دی اور پوری قوم کو گرفتار کر کے عراق لے گیا، جہاں ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہاں سے فرار ہو کر مختلف علاقوں میں پناہ لیتے رہے، کچھ یثرب پہنچے کہ خاتم الأنبیاء کا دار الہجرت ہے، کچھ خلیج کے راستہ ہندوستان پہنچے، بعض نے اصفہان میں پناہ لی، بعض اور علاقوں کی طرف نکل گئے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی ترقی کے دن لے آیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال کو نبی بنا کر بھیجا، فارس کا بادشاہ کیخسرو دانیال پر ایمان لے آیا تھا، کیخسرو بڑا زبردست بادشاہ تھا واللہ أعلم بالصواب۔

بہر حال کیخسرو نے بابل پر حملہ کیا اور اس کا بادشاہ قتل ہو گیا، جو بخت نصر کا بیٹا تھا اور بنی اسرائیل کو آزادی ملی اور پھلنے پھولنے کے وسائل واسباب میسر آئے اور قوم کی بھاری اکثریت واپس اپنے وطن شام واپس آگئی، پھر جب فساد برپا کرنے کا دوسرا دور آیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رومیوں کو مسلط کیا، رومیوں نے گویا ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور ان کی اجتماعیت کو کچل کر رکھ دیا، سرزمین شام فلسطین کو ان کے وجود سے پاک کر دیا گیا اور وہ یورپ کے بعض ملکوں میں پناہ گزین ہوئے۔ دو سزائیں بھگت لینے کے بعد اب ان کے لیے قدرت کی طرف سے ایک تیسرا چانس تھا، وہ تھا: " **عسیٰ ربکم أن یرحمکم** "امید ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے! لیکن اس رحم فرمانے کی عملی صورت کیا ہوگی، کیونکہ ماضی کی دونوں سزاؤں نے پوری روئے زمین میں ان کو بکھیر دیا ہے، تو اب ان کے جمع ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ گویا اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں رہو بسو! جب آخری وعدہ آئے گا یعنی تم پر رحم فرمائے جانے اور پھر تمہارے کرتوتوں پر تمہیں آخری سزا دینے کا، تو تم جہاں جہاں بھی ہوگے، تم سب کو سمیٹ کے تمہارے وطن فلسطین میں لے آئیں گے، تاکہ تمہاری سزا کی نحوست سے زمین کا بڑا حصہ عذاب کی لپیٹ میں نہ آنے پائے۔لہذا اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنے کے لیے تمہیں ہر طرف سے سمیٹ کر یکجا کر دیا جائے گا، جہاں سزا کی افتتاحی تقریب میں المسیح الدجال الأعور مہمانِ خصوصی ہوں گے!

یہودی ریاست: چنانچہ "**جئنا بکم لفیفا**" کے منصوبے پر اس وقت بڑی سرگرمی سے عمل جاری ہے اور بڑی تیزی سے یہودیوں کو دور دراز سے لایا جا رہا ہے بڑی تیزی سے نئی بستیاں تعمیر کی جا رہی ہیں۔امید ہے کہ چند سالوں میں "**جئنا بکم**"

پر عمل درآمد کی تکمیل ہو جائے گی، واللہ اُعلم بالصواب!

تمام مفسرین نے "وعدہ الآخرہ" سے قیامت ہی کا معنیٰ مراد لیا ہے، کیونکہ یہ بات کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ یہود کو ملنے والے تیسرے چانس پر دنیا بھر سے یہودیوں کا سمیٹا جانا شروع ہو جائے گا، حالانکہ "**اسکنوا الأرض**" اور "**جئنا بكم لفيفا**" خطاب صرف یہود کو ہے لیکن یہود کے ان ضمیروں کا مصداق بننے کی کوئی عملی صورت ممکن نہیں تھی، لیکن جب تیسرے چانس کا وقت آیا، تو یہود کا عملاً سمیٹا جانا شروع ہو گیا، تو اب ضمیروں کو اپنے مرجع سے ہٹانے کی ضرورت نہیں رہی۔ حدیث شریف میں یہود سے قرب قیامت میں ایک جنگ کا ذکر ہے: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا الْيَهُودَ حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُودِيُّ يَا مُسْلِمُ، هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ**» ترجمہ: قیامت قائم نہیں ہو گی، حتیٰ کہ مسلمان یہود سے جنگ کریں گے اور مسلمان ان کو قتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپے گا اور پتھر اور درخت کہے گا اے مسلم! اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو!

گویا احادیث سے یہ تو معلوم تھا کہ مستقبل میں یہود سے ایک جنگ پیش آئے گی، لیکن یہ بات کسی کے تصور میں نہیں تھی کہ دنیا بھر میں بکھرے ہوئے یہودیوں کو سمیٹ کر پہلے یکجا جائے گا پھر ان کو ظلم و وحشت کے میدان میں کھیل کھیلنے کا موقعہ دیا جائے گا، حتی کہ ان کا امام المسیح الدجال الأعور بھی ان سے آملے گا اور زمین فساد کی آماجگاہ بن جائے گا اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے گا، دریائے اردن کے ساحل پر مسلمانوں کی یہود سے جنگ جاری ہو گی، جب دجال یہود کی مدد کے لیے پہنچ جائے گا، تب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمانوں سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے دجال کے قتل ہوتے ہی یہود کو شکست ہو جائے گی اور یہود کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا، لہذا دنیا سے فساد بھی مٹ جائے گا۔ [ظہورِ مہدی اور فتنۂ دجال، ص ۱۵۵۔۱۵۹]

تاریخی مغلوب یہودی فلسطین میں اب غالب کیوں؟ سورۃ الاسراء کے ان آیات کی تفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ اپنے دروسی تفسیر "ذخیرۃ الجنان" میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

قیامت سے پہلے یہودی ایک جگہ جمع ہوں گے: اکثر مفسرین کرامؒ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت والے دن تم سب کو اکٹھا کریں گے حساب کے لیے جزاء کے لیے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ جو بڑے چوٹی کے بزرگ بھی ہیں، مفسر اور مؤرخ بھی ہیں اور محدث بھی ہیں۔ وہ اور کچھ حضرات اس کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اب تم دنیا میں جہاں چاہو رہو اور جب قیامت قریب ہو گی، تو ہم تم سب کو اکٹھا کریں گے۔ آج سے تقریبا ساٹھ پینسٹھ سال پہلے کی بات ہے جب ہم استاذ مولانا عبدالقدیر خان صاحبؒ کے پاس مشکوۃ پڑھتے تھے، تو حدیث پڑھی: **تقاتلونكم اليهود** کہ یہودی تمہارے ساتھ لڑیں گے۔ تو ہم بڑے حیران ہوئے کہ یہودی ہمارے ساتھ کیسے لڑیں گے؟ کیونکہ اس وقت یہودیوں کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں تھی، تو یہ چھ سات ہزار یتیم مسلمانوں کے ساتھ کیا لڑیں گے؟ اور روایت بخاری شریف اور مسلم کی ہے کہ یہود تمہارے ساتھ لڑیں گے **تقاتلونكم اليهود** اور تم یہودیوں کے ساتھ لڑو گے۔ تو ہم نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت! یہ چھ سات ہزار یتیم بے چارے مسلمانوں کے ساتھ کیا لڑیں گے؟ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر ان کے مقابلے میں ہوں گے، مقابلے میں کوئی بندہ تو ہونا چاہیے، ان یتیموں کے ساتھ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لڑنا توان کی توہین ہے۔ تو حضرت نے اتنے لفظ فرمائے کہ چیونٹی جب مرنے پہ آتی ہے تو اس کو پَر لگ جاتے ہیں، جب ان کی ہلاکت کا وقت آئے گا، تو اس وقت یہ خاصی قوت والے

بن جائیں گے۔ اس وقت یہود کی آبادی اسیّ لاکھ ہے اور اخبارات میں تم نے پڑھا ہو گا کہ روس سے مزید دس لاکھ یہودی اسرائیل بھیجے جا رہے ہیں۔ دس لاکھ یہودیوں نے کہا کہ ہم آنا چاہتے ہیں اور انہوں نے منظوری دے دی ہیں، تو افرادی اعتبار سے ایک کروڑ کے قریب یہودی ہو چکے ہیں اور اسلحہ کے لحاظ سے دوسرے تیسرے نمبر پر ہیں اور ان کے آس پاس تیرہ کروڑ مسلمان ہیں ان کو وہ کچھ نہیں سمجھتے کہ یہ بھی کوئی چیز ہیں۔ بس وہ وقت بالکل قریب آگیا ہے یوں سمجھو کہ سر پر آگیا ہے۔
پھر حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے کہ جب تم یہود کے ساتھ لڑو گے اور یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپیں گے تو وہ بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے، بول کر کہیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ پتھر بولیں گے اے غازی! **خلفی اليهودی** میرے پیچھے یہودی ہے۔ درخت بولے گا **خلفی اليهودی** میرے پیچھے یہودی ہے۔ ایک درخت نہیں بولے گا جس کا نام ہے غرقد۔ **فانها من شجر اليهود** مسلم شریف کی روایت ہے اور مسلمان یہودیوں کو چن چن کر ماریں گے اور ختم کریں گے۔ وہ وقت بالکل قریب آرہا ہے۔ [ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن، مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ، ج ۱۱ ص ۴۵۹۔ ۴۶۰]

فصل چہارم: ظہورِ مہدی سے پہلے علاماتِ زمانیہ کا تعارف: مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے کلام کی روشنی میں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَبَا قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يُبَايَعُ رَجُلٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَلَنْ يَسْتَحِلَّ هَذَا الْبَيْتَ إِلَّا أَهْلُهُ، فَإِذَا اسْتَحَلُّوهُ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ، ثُمَّ تَجِيءُ الْحَبَشَةُ فَتُخَرِّبُهُ خَرَابًا لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا، وَهُمُ الَّذِينَ يَسْتَخْرِجُونَ كَنْزَهُ»[1] [المستدرک، ج ۴ ص ۴۹۹، ۸۳۹۵][مصنف ابن ابی

---

[1] روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی مہدی کے ظہور سے پہلے ایک غیر حقیقی شخص مہدویت کا دعویٰ کرے گا، مگر تاریخِ اسلامی کے مختلف ادوار میں کئے گئے مہدویت کے غیر حقیقی دعوؤں کے برعکس یہ دعویٰ کعبہ اور بیت اللہ کے پاس ہو گا۔ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں اس غیر حقیقی مہدی کے دعوئ مہدویت کے خلاف کاروائی کی جائے گی، جس میں حرمِ مکہ کی حد درجہ بے حرمتی کی جائے گی اور یوں پوری دنیا میں عربوں کی ہلاکت کے لیے معنوی اسباب سامنے آنے شروع ہو جائیں گے، جس کے بعد پھر ہلاکت کے ظاہری اسباب جلدی آئیں گے۔
غیر حقیقی مہدی سے متعلق احادیث کا عصر حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے، تو ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء/یکم محرم ۱۴۰۰ھ کو نمازِ فجر میں وقوع پذیر ہونے والا واقعہ فوراً ذہن میں آتا ہے۔ ذیل میں یہ واقعہ مختصراً ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد احادیث میں اسکی متعلقہ تشریحات پیش کی جائیں گی:
ا محرم ۱۴۰۰ ہجری بمطابق نومبر ۱۹۷۹ کا واقعۂ حرم اور مذکورہ بالا حدیث: سعودی عرب کے شہر میں دعوت کے شعبہ سے متعلق "جهيمان العتيبي" ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء/۱۳۵۵ھ کو سعودی عرب کے "ساجر" شہر میں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم جامعہ اُم القری مکہ مکرمہ میں حاصل کی اور ۱۸ ماہ تک "الحرس الوطني السعودي" میں بطورِ ملازم کام کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ جا کر شیخ عبد العزیز بن باز کے ایک شاگرد محمد بن عبد اللہ القحطانی کی بہن سے شادی کی۔ جہیمان العتیبی سعودی کے رضاکار خدام میں بطورِ "داعی" خدمات سرانجام دیتا تھا، تاہم اپنے بعض متشدد نظریات کی وجہ سے پہلے سے حکومت کی نظروں میں مشکوک تھا۔ مختلف مواقع میں کتابوں کی نشرواشاعت کر کے حجاج اور عام لوگوں میں تقسیم کرتا تھا۔ جہیمان کی شیخ عبد اللہ بن باز اور دیگر اہلِ علم کے ساتھ خاصی عقیدت تھی، جس کتاب کی طباعت کرتا تھا، تو پہلے شیخ عبد اللہ بن باز کو سناتا تھا، اگر وہ اجازت دیتے، تو اس کے بعد طباعت کرتا تھا۔ تاہم حکومتِ وقت کے بارے میں اس کا نظریہ اس وقت کے دیگر حکومتی مخالفین کی طرح نہیں تھا، لیکن غلو فی الدین اور مزاج میں تشدد کی وجہ سے اپنی طرح چند لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ صدی میں مجدد کے نظریے نے جہیمان کے دل میں بھی یہی خیال بسایا کہ اس صدی کا عظیم کام خلافتِ مہدی ہے، جس کے لیے بطورِ تمہید کام کرنے والا میں ہی ہوں گا۔ ظہورِ مہدی سے پہلے علاماتِ زمانیہ، مکانیہ، تکوینیہ، شرعیہ اور سیاسیہ وغیرہ کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا، اس وجہ سے اس کا خیال تھا

شیبہ، رقم: ۳۷۲۴۴، ج ۷ ص ۴۶۲] ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو قتادہؓ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رکن اور مقام کے درمیان بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمت وہیں کے لوگ پامال کریں گے اور جب یہ پامالی ہو گی، تو اس وقت اہل عرب کی ہمہ گیر ہلاکت ہو گی بعد ازاں حبشی قوم چڑھائی کرے گی اور کعبۃ اللہ کو بالکل ویران کر دے گی اس ویرانی کے بعد یہ کبھی آباد نہ ہو گا یہی حبشی اس خزانہ کو نکال کر لے جائیں گے۔

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْقِبْطِيَّةِ، قَالَ: دَخَلَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَفْوَانَ وَأَنَا مَعَهُمَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ ، فَسَأَلَاهَا عَنِ ﷺ يَقُولُ: «يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْحَرَمِ، فَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بِجَيْشٍ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِهِمْ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بِمَنْ يَخْرُجُ كَارِهًا؟ قَالَ: «يُخْسَفُ بِهِ مَعَهُمْ، وَلَكِنَّهُ يُبْعَثُ عَلَى نِيَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ثُمَّ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ»هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "[المستدرک، رقم: ۸۳۲۱، ج ۴ ص ۴۷۵]

عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ، عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «سَيَعُوذُ بِهَذَا الْبَيْتِ - يَعْنِي الْكَعْبَةَ - قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ، وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ، يُبْعَثُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ»، قَالَ يُوسُفُ: وَأَهْلُ الشَّأْمِ يَوْمَئِذٍ يَسِيرُونَ إِلَى مَكَّةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ: أَمَا وَاللهِ مَا هُوَ بِهَذَا الْجَيْشِ ترجمہ: یوسف بن ماہک سے روایت ہے کہ مجھے عبداللہ بن صفوان نے بتایا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس گھر یعنی بیت اللہ میں ایک ایسی قوم پناہ لے گی، جن کے پاس اپنی حفاظت کے لیے نہ کوئی دفاعی ساز و سامان ہو گا، نہ زیادہ تعداد اور نہ ہی لڑائی کے لیے تیاری کا انتظام۔ ان کے خلاف ایک لشکر بھیجا جائے گا، جب وہ مدینہ کے بیداء نامی جگہ پہنچ جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دیں گے۔ راوی حدیث حضرت یوسف فرمایا تے ہیں: کہ اس زمانے میں اہل شام مکہ کی جانب آ رہے تھے تو عبداللہ بن صفوان نے کہا: خدا کی قسم! یہ وہ لشکر نہیں ہے۔

عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: عَبَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَنَامِهِ، فَقُلْنَا: يَا

کہ ظہورِ مہدی میں اسباب کا عمل دخل زیادہ ہے، اس لیے اسباب کی تیاری میں اسلحہ اور خوراک جمع کر کے ظہورِ مہدی کے لیے اپنے سالے محمد بن عبداللہ القحطانی کو منتخب کیا، اس کے بارے میں لوگوں کے خوابوں اور دیگر مبشرات، اخلاق، سیرت اور دیگر خوبیوں کی وجہ سے جہیمان کے ماننے والوں کا اس کے بارے میں مہدی کا نظریہ راسخ ہو گیا تھا۔ [دیکھئے: وکی پیڈیا، واقعۃ جہیمان۔ اور المعرفہ ڈاٹ کام] احادیثِ نبویہ میں عمق نہ ہونے اور مہدی کے بارے میں تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے جہاں ایک طرف حرم شریف میں خونریزی کی فضا پیدا کر کے حرم کی بے حرمتی کا واقعہ پیش آیا، وہیں اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر کے حرم شریف میں عین نماز کے وقت اتنا انتشار پھیلا دیا، جو عالمِ اسلام کا ایک بڑا واقعہ بن کر سامنے آیا۔ اس صورت حال میں اگر ہم اس حدیث پر نظر دوڑائیں کہ "ایک آدمی کی بیعت کی جائے گی، اس دوران بیت اللہ کی ہتکِ عزت اپنے ہی لوگوں سے سرزد ہو جائے گی، کوئی اور اس کی بے حرمتی نہیں کرے گا، اس کے بعد عربوں کی جلد ہلاکت کے بارے میں سوال نہ کرنا" اس حدیث کے تناظر میں اگر اس واقعے کو دیکھا جائے اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے، تو بیت اللہ کی ہتک کا ارتکاب پہلی بار حجاج بن یوسف نے اس وقت کیا، جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لشکر کشی کر کے انہیں حرم میں پناہ لینی پڑی اور وہاں پر بھی انہیں پناہ نہ دی گئی، بلکہ سولی پر لٹکایا گیا، اس میں بھی اپنے ہی مسلمان حاکموں نے حکومت لینے کی خاطر بیت اللہ پر چڑھائی کر کے بیت اللہ کی بے حرمتی کر ڈالی۔

رَسُولَ اللهِ صَنَعْتَ شَيْئًا فِي مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ، فَقَالَ: «الْعَجَبُ إِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِي يَؤُمُّونَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، قَدْ لَجَأَ بِالْبَيْتِ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ»، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الطَّرِيقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ، قَالَ: «نَعَمْ، فِيهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُورُ وَابْنُ السَّبِيلِ، يَهْلِكُونَ مَهْلَكًا وَاحِدًا، وَيَصْدُرُونَ مَصَادِرَ شَتَّى، يَبْعَثُهُمُ اللهُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ» [1] [صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت، رقم: ۲۸۸۴]

---

[1] مذکورہ بالا احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ ظہورِ مہدی سے پہلے عربوں کی ہلاکت اس وقت شروع ہوگی، جب عرب کعبہ کی بے حرمتی کا ارتکاب کریں گے اور جب امام مہدی کا ظہور ہوگا، تو اس کی مخالفت کرنے والے لشکر کو مکمل طور پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا، چنانچہ یہی دونوں واقعات ایک روایت میں یکجا ذکر کیے گئے ہیں: **حدثنا الوليد بن مسلم، عن صدقة بن خالد، عن عبد الرحمن بن حميد، عن مجاهد، عن تبيع، قال: «سيعوذ بمكة عائذ فيقتل، ثم يمكث الناس برهة من دهرهم، ثم يعوذ عائذ آخر، فإن أدركته فلا تغزونه، فإنه جيش الخسف»** **ترجمہ وتشریح**: اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے قربِ ظہورِ مہدی کی ایک بڑی علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ حقیقی مہدی کے ظہور سے کچھ عرصہ پہلے ایک شخص ظاہر ہوگا، جو فوراً قتل ہوگا، کچھ عرصہ بعد ایک دوسرا شخص ظاہر ہوگا، اس دوسرے شخص کی مخالفت اور اس کے خلاف کاروائی سے گریز کرنی چاہیے، کیونکہ یہ لشکر (مہدی مخالف) زمین میں دھنس جانے والوں میں سے ہوگا۔
اس روایت کی سند میں "تبیع" راوی کے علاوہ تمام رجال صحیح ہیں، جب کہ یہ روایت مسلم اور دیگر کتب صحاح کی روایات میں معنی کے اعتبار سے مؤید ہے، اس لیے اس روایت کی صحت میں شبہ نہیں، ہاں البتہ تبیع نامی راوی اہل کتاب سے اخذ روایت کرتا تھا، تاہم اس کی مویدات ہونے کی وجہ سے درجۂ حسن سے یہ روایت کم نہیں۔[الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۹۳۵، ج ۱ ص ۳۲۷] اس روایت کے بلاغی نکات کی وضاحت سے جہاں حدیث مبارک کی سندی حیثیت کے علاوہ متن کی صحت پر بھی دلیل ملتی ہے، وہیں حقیقی اور غیر حقیقی مہدویت کا دعویٰ کرنے والوں کی باتوں میں فرق اور وقت کا اندازہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس پہلے جملے میں "**سيعوذ بمكة عائذ**" میں "مکہ" کو مقدم ذکر کرنے میں یہ نکتہ ملتا ہے کہ مدعئ مہدویت صرف مکہ کی طرف آئے گا اور اس آنے سے پہلے اعلانِ مہدویت کے لیے کسی قسم کی سابقہ تیاری نہیں کی ہوگی اور نہ ہی پہلے سے باقاعدہ کسی نشانی کی تیاری فوجی دستہ کی مدد اور معاونین پر بھروسا ہوگا، اس وجہ سے شاید عائذ کہہ کر خالص پناہ گزین کا عنصر ظاہر کرکے جار مجرور یعنی "بمكة" کو فاعل یعنی "عائذ" پر مقدم کر دیا اور اسی خاطر "اسم فاعل" بغیر صیغہ مبالغہ کے، ذکر کرکے یہ اشارہ کر دیا، کہ حقیقی مہدی کے ظہور سے پہلے دعوئ مہدویت کرنے والے اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہوں گے، بلکہ ظہورِ مہدی صرف ایک بار متحقق ہوگا، جب کہ دیگر الفاظِ مترادفہ کی بجائے عائذ کا صیغہ منتخب کرکے "عائذ" سے مفہوم والے معنی کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مہدی اور اس کی جماعت کسی مضبوط پناہ گاہ، قلعہ اور ایک بڑے متوقع خطرے سے نمٹنے کے لیے نہتے بغیر اسلحے کے غیر متحقق کام کے حصول کے لیے کہیں بھاگ کر نہیں آئے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خلافت کے اختتام پر حجاج بن یوسف سے پناہ لینے کعبہ تشریف لائے تھے، اسی طرح "عائذ" کے معنی میں غربت اور اجنبیت کا ظاہری عنصر اس طرف واضح غمازی کرتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ تو حرم کے باسی اور وہیں کافی عرصہ تک خلافت کرنے والے باقاعدہ خلیفۂ منتخب تھے، جب کہ یہ شخص عائذ اس نوعیت کا غیر متوقع، غریب اور اجنبی آدمی ہوگا۔
"فيقتل" میں فاء عطف غیر متراخی کے لیے آتا ہے، جس کا معنیٰ ہے کہ غیر حقیقی مدعئ مہدویت بہت جلد قتل ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ ۱۴۰۰ ہجری محرم کی یکم تاریخ کو کعبہ میں نمازِ فجر میں رونما ہونے والا شخص بہت جلد دو، تین دن میں قتل ہوا، جب کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جلد قتل نہیں ہوئے تھے، بلکہ خلافت کا ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد شہید ہوئے۔ اس جملے میں "ثم" کا لفظ تراخی کا معنیٰ ظاہر کرکے یہ نشاندہی کرتا ہے کہ پہلے شخص کے بعد لوگ کافی عرصہ تک مہدئ برحق کے منتظر رہیں گے، اسی لیے "يمكث" کا لفظ "ثم" کے بعد لا کر اس

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خواب میں کچھ ایسے افعال سر انجام دیئے، جو اس سے پہلے کبھی ہم نے آپ ﷺ کو کرتے نہیں دیکھا۔ پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے چند لوگ بیت اللہ میں آئے ہوئے ایک قریشی آدمی کے خلاف لشکر جمع کرکے کعبہ پر چڑھائی کی نیت سے جائیں گے جب مدینہ کے قریب بیداء نامی جگہ پر پہنچ جائیں گے تو اول تا آخر انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! راستے میں مختلف لوگ اکھٹے ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان میں عام راہ گیر، مجبور، مسافر اور دیگر لوگ بھی اکھٹے ہلاک ہوں گے، لیکن روزِ محشر انہیں اپنی اپنی نیتوں کے مطابق مختلف جگہوں سے اٹھایا جائے گا۔

فصل پنجم: حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ کے کلام کی روشنی میں روم و مسلمانوں کی صلح اور ظہورِ مہدی:

عن أبي أمامة مرفوعاً قال "ستكون بينكم وبين الروم أربع هدن![1] يوم الرابعة على يد رجل من آل

طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ انتظار اہل علم کی نظر میں ایک مرغوب چیز کے ظہور کے لیے انتظار کی مانند ہوگا، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر طرف ظلم و جبر پھیلا ہوگا، جس سے نجات کے لیے لوگ منتظر رہیں گے، ایسے ہی "الناس" معرّف باللام ذکر کرکے تمام مذاہب و فرق کے لوگوں کی جانب سے اس نظام استبداد کے خلاف ہونے کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اسی وجہ سے "الناس" کے بجائے "قوم، جماعۃ، امۃ" وغیرہ دیگر الفاظ ذکر نہیں کیے گئے جب کہ "الناس" کو فعل "یمکث" پر مقدم نہ کرنے میں یہ مفہوم ملتا ہے کہ لوگوں کی جانب سے دلی خواہش بار بار اس نظام کے خلاف ابھرتی ہوگی، مگر تکوینی طور پر انہیں انتظار پر رغبت کے لیے ظہورِ مہدی کو مؤخر کیا جائے گا۔

"برهة من دهرهم" سرسری نظر میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر عمرِ کہولت ہی پختگی، معاملات کی تہہ تک پہنچانے، سنجیدگی کے حصول اور مختلف ادوار کے آنے جانے کی وجہ سے لوگوں کے طبائع میں بنیادی عمل دخل کار فرما ہونے کا عرصہ شمار کیا جاتا ہے۔ "برهۃ" کو نکرہ ذکر کرکے شاید چالیس سالہ عرصہ کی تکمیل میں کمی کی طرف اشارہ ہے، جب کہ **"دهرهم"** کہہ کر یہ اشارہ فرمادیا کہ پہلی بار کعبہ میں مہدویت کا دعویٰ کرنے والوں کا زمانہ پانے والے لوگ دوسرے حقیقی مہدی کے دور کو بھی پالیں گے۔ **"ثم يعوذ آخر"** کہہ کر فرمایا کہ دونوں زمانوں میں دورانیہ تھوڑے عرصے کا نہیں ہوگا، بلکہ خاصہ لمبا عرصہ لگے گا۔ واضح رہے کہ یہاں دوبارہ "عائذ" مکرر ذکر نہیں کیا، بلکہ "یعوذ آخر" کہہ کر اشارہ کیا کہ دونوں دعویٰ خلافت میں کافی حد تک مشابہت ہوگی، اسی لیے شاید ضمیر فاعل مستتر پر اکتفاء فرمایا اور "بمکۃ" دوسرے جملے میں ذکر نہ کرنے میں اشارہ فرمایا کہ پہلا مدعی مہدویت ہدایتِ ربانی اور توکل علی اللہ کا حامل نہیں ہوگا، بلکہ اسباب اور باقاعدہ مستقل منصوبہ بندی اور لوگوں کے مجبور کرنے کے نتیجے میں خلافت کے دعوی دار کے طور پر ظاہر ہوگا، اسی لیے اس کا مقصود مسجد حرام ہوگا، کعبہ مبارکہ نہیں، جب کہ حقیقی مہدی بغیر اسباب محض کعبہ کا قاصد ہو کر لوگوں کے مقرر کرنے سے نہ چاہتے ہوئے بیعت کرے گا۔ **"فان ادركته فلا تغزونه فانه جيش الخسف"** تین ضمائر متصلہ مکرر لا کر جوامع الکلم اور بلاغت کی وجوہ استخدام کی طرف اشارہ ملتا ہے، جب کہ پہلی ضمیر سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں بیعت مکمل ہوگی، دوسری ضمیر سے "مہدی" کے پانے کی طرف اشارہ ہے، جب کہ تیسری ضمیر میں مہدی کے خلاف لشکر کشی کرنے والوں کے انجامِ بد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یعنی اگر اے مخاطب! تم دوسرے شخص کی بیعت کا زمانہ پاؤ، تو کم از کم اس کے مخالف لشکر میں سے مت شامل ہو۔

[1] دین و دنیا کی کامیابی قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث میں مضمر ہے، شرعی احکام کی پیروی اور وقتی احوال میں ربانی اشارات کے مطابق عمل ہی امت کو مسائل کے بھنور سے نکال سکتا ہے۔ کیونکہ کامل شریعت ایمان و اسلام، احسان اور علامات قیامت ہی ہے، جیسا کہ حدیثِ جبرئیل میں اس کی وضاحت ہے۔ چنانچہ گذشتہ ۴۰ سالہ کفری یلغار نے پوری اسلامی دنیا کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے لیا، جس کے

هارون، يدوم سبع سنين، قيل: يا رسول الله من إمام الناس يومئذ؟ قال: من ولدي ابن أربعين سنة، كأن وجهه كوكب دري، في خده الأيمن خال أسود، عليه عباءتان قطوانيتان، كأنه من رجال بني إسرائيل، يملك عشرين سنة يستخرج الكنوز ويفتح مدائن الشرك."[کنزالعمال ج۱۴ ص۲۶۸، حدیث نمبر۳۸۶۸۰] ابوامامہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہو گی۔ چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہو گی جو آل ہارون سے ہو گا اور یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص میری اولاد میں سے ہو گا جس کی عمر چالیس سال کی ہو گی۔ اس کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہو گا اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہو گا۔ بالکل ایسا معلوم ہو گا جیسا بنی اسرائیل کا شخص، وہ بیس سال حکومت کرے گا۔ زمین سے خزانوں کو نکالے گا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا۔[1]

خلاف عرب و عجم کے مخلص مسلمانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور امارت اسلامی افغانستان کی بنیاد رکھی، جس کو کفری یلغار نے پاؤں تلے روند لیا۔ عراق کے خلاف جزیرۃ العرب میں کفری افواج کو اسلامی ممالک نے اکٹھا کر کے منظم کیا اور اب عرب بہار کے نام پر کفری افواج کی نظریں بلادالحرمین سے آگے اب حرمین شریفین پر جمی ہوئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان احوال کو احادیث کے تناظر میں دیکھ لیں اور آئندہ کا لائحہ عمل ابھی سے ان نصوص کی روشنی میں طے کر لیں۔ اور اس کے لیے اعمال کی تیاری، افعال کی درستگی، ہجرت و نصرت کے اصول، ترغیب و ترہیب کے مبادی اور ذکر و تلاوت کے زمزمے جاری رکھیں۔

[1] اسی ۸۰ اور نوے ۹۰ کی دہائی کے واقعات: مشرق اور مغرب کے درمیان یہ جنگی تعاون پہلی بار روس کے خلاف افغانستان کی جنگ کے دوران سامنے آیا، چنانچہ جب سوویت یونین نے افغانستان میں اپنی افواج اتاریں، تو ان کے خلاف مسلم امہ اور امریکہ و یورپ متفق ہو کر لڑے اور فتح حاصل کی۔ مگر مغربی ممالک نے اپنے مضبوط حلیف سوویت یونین کی شکست کے بعد قوی مدِ مقابل موجود نہ ہونے کی وجہ سے دنیا پر تنِ تنہا اپنی اجارہ داری کا اعلان کیا۔ اور اپنے بعض عرب حلفاء کے ذریعے پہلے تو عراق کو کویت پر حملے کی شہ دی، مگر اس بہانے جزیرۃ العرب میں آمد کے ذریعے اپنے اقتصادی و معاشی قدم جمانے کے بعد سیاسی اور عسکری قدم جمانے کی بھی ٹھان لی۔ اس کے خلاف مسلم امت میں علمائے حق نے آواز بلند کی اور الولاء والبراء کا عقیدہ پہلی بار سامنے آیا۔ سعودی عرب میں ۱۹۷۸ کی جہیمان تحریک کے بعد الصحوۃ الاسلامیۃ مہم شروع ہوئی تھی، اور کئی علمائے کرام نے "أخرجوا اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب" کا نعرہ بلند کیا کہ جزیرۃ العرب سے یہود و نصاریٰ کو نکالو، مگر ان علمائے کرام کو قید و بند کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی دوران جزیرۃ العرب میں عمل دخل کے ذریعے پہلے عراق کو، اور پھر رفتہ رفتہ دیگر ممالک کو داخلی انتشار کی طرف دھکیل دیا گیا۔

حدیث ستصالحون الروم کی ممکنہ تطبیق: ۱۹۷۸ء میں روس نے افغانستان پر چڑھائی کی۔ تو وہاں کے مقامی مجاہدین، علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے مل کر روس کے خلاف اعلانِ جہاد کیا، اور مسلمان جوق در جوق قریبی اسلامی ممالک کی طرف جہاد کرنے لگے۔ دو سالہ جہاد کے بعد امریکہ، یورپ اور روس مخالف قوتوں نے سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کو یہ بات سمجھا دی کہ روس کا حقیقی مقصد افغانستان نہیں، بلکہ افغانستان کے بعد پاکستان کی بندرگاہوں پر قبضہ کر کے بحیرۂ عرب پر قبضہ جمانا ہے اور وہاں موجود امریکی کمپنیوں کی نگرانی میں نکلنے والے تیل پر قبضہ کرنا ہے اور پھر عرب ممالک کو اپنے تابع کرانا ہے، اس خطرے سے نمٹنے کے لیے عرب سربراہان نے مل کر اپنی عوام میں بالواسطہ طور پر روس کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کیا۔

عن عوف بن مالك، قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك وهو في قبة من أدم، فقال:"اعدد ستا بين يدي الساعة: موتي، ثم فتح بيت المقدس، ثم موتان يأخذ فيكم كقعاص الغنم،

چونکہ عرب ممالک میں ایک مضبوط جہادی سوچ فکرِ وہابیت کی شکل میں پہلے سے موجود تھی، جس کے استعمال کا مناسب وقت ان ممالک کے سربراہان کو اب مل گیا، چنانچہ انہوں نے جہاد میں جانے کے لیے باقاعدہ حکومتی سطح پر حوصلہ افزائی شروع کی۔اور پھر رفتہ رفتہ نجی سطح پر چندہ مہم بھی شروع ہوئی اور اس کے بعد حکومت نے بھی تعاون شروع کردیا، اس کے بعد امریکہ اور یورپ نے بھی روبرو کبھی بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ مدد شروع کی۔ بالآخر اقوام متحدہ میں اس مسئلے کو اٹھاکر روس نے امریکہ اوران کے ہمنوا طاقتوں کو موضعِ ملامت بھی ٹھہرایا، مگر روس کے اشتراکی نظام کی کشتی ڈوبنے کے قریب تھی، جس کا ناتواں سہارا اس وقت کا روسی صدر گورباچوف تھا، جس میں روسی اشتراکی نظام کو بچانے کی کوئی صلاحیت نہیں تھی۔

ان وجوہات کی بناپر افغان مجاہدین نے عرب مجاہدین کی خوب خاطر تواضع کی، ان کی امداد کو قبول کیا، اور اپنی دفاع اور روسی دشمن سے نمٹنے کی خاطر ان امور پر گہری نظر رکھی۔ خودداری اور اسلامی نظام کے حقیقی قیام کے لیے اسلامی ممالک اور ان کی عوام کی جانب سے بڑھا ہوا یہ ہاتھ قبول بھی کیا اور اس کا اعتراف بھی کرتے رہے۔تاہم یہ دعویٰ بالکل غلط ہے، کہ امریکہ اور یورپی ممالک نے ہی جنگ کی اور انہوں نے بذاتِ خود مجاہدین کے ساتھ اول تا آخر مدد کی اور اول تا آخر ان کی سرپرستی انجام دی۔ یہ دعویٰ حقیقت کے بالکل منافی ہے۔ہاں اتنا ضرور ہے کہ بالمعاوضہ اسلحہ دینے میں تعاون کرتے رہے، مجاہدین پر غیر ملکی دوروں کی اتنی زیادہ پابندیاں نہیں تھیں۔ ۱۹۸۸ء میں روسی افواج شکست کھاکر بھاگنے پر مجبور ہوگئیں، تو بعض ممالک کی مداخلت کی وجہ سے مجاہدین کی آپس میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔اور مخلص مجاہدین ان جھگڑوں سے کنارہ کش ہوئے۔ ۱۹۹۲ء تک باہمی مشت گریبانی اور کئی انسانیت سوز واقعات کے بعد دینی مدارس کے طلبا اسلامی نظام کے قیام کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، خدائی مدد شامل ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کا اکثر حصہ ان کے زیرِ نگیں آگیا، مخلص مجاہدین اور معتمد اللہ والے افراد نے ان کا ساتھ دیا، مگر داخلی انتشار پھر بھی جاری تھا۔ ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۱ء تک افغانستان میں امارتِ اسلامی افغانستان کے نام سے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں اسلامی نظام کا حقیقی خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ مگر داخلی اور خارجی سطح پر دشمنوں کی کثرت اور معاونین کی قلت کی وجہ سے استحکام سے پہلے ہی چند واقعات نمودار ہوئے: ا۔ عرب مجاہدین میں عبداللہ عزام کے شاگرد اسامہ بن لادن نے جہادِ افغانستان کے بعد سعودی عرب میں قیام کیا، مگر وہاں کے حکمرانوں کو آپ کا وجود راست نہ آیا، کیونکہ اس زمانے میں صدام کے کویت پر حملہ کرنے کے نتیجے میں جزیرۃالعرب میں عیسائی اور یہودی افواج کا قیام شروع ہوا تھا، چنانچہ دیگر جلیل القدر شیوخ کی طرح شیخ اسامہ بن لادن نے بھی ان کی مخالفت کی، مگر سخت حالات کی وجہ سے افغانستان ہجرت کی۔ پھر سوڈان کا رخ کیا۔ اور بعد میں امارتِ اسلامی کے قیام کے بعد یہاں کے اسلامی نظام کے ماتحت زندگی گزارنے لگے۔

۲۔امریکہ نے اسامہ بن لادن کے خلاف افغانستان پر کئی بار میزائل داغنے اور پھر عالمی دہشت گرد قرار دیا۔ ۳۔اس کے جواب میں اسامہ بن لادن نے نیروبی اور دیگر امریکی سفارت خانوں پر حملے کیے۔ ۴۔اور اس کے بعد ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے ہونے کے بعد ان حملوں کی خوب ستائش کی، جب کہ ردعمل میں امریکہ نے یورپی، نیٹو اور نان نیٹو اقوام وافواج کو جمع کرکے افغانستان پر حملہ کیا۔ ۵۔ گیارہ ۱۱ سالہ جدوجہد کے بعد بالآخر امریکہ نے ایبٹ آباد صوبہ خیبر پختون خواہ میں ایک کاروائی کے دوران اسامہ بن لادن کو شہید کردیا۔ مغربی ممالک کی اس اسلام دشمنی اور عہد شکنی کے خلاف اسامہ بن لادن کا امریکی مفادات پر حملہ کرنا اور وڑلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں کی ستائش کرنا رومی عیسائیوں یعنی امریکی اور یورپی افواج کے خلاف کاروائی کرنا درحقیقت کفر کے ساتھ کیے گئے جہادِ افغانستان کے دوران معاہدے کو توڑنا ہے۔

ثم استفاضة المال حتى يعطى الرجل مائة دينار فيظل ساخطا، ثم فتنة لا يبقى بيت من العرب إلا دخلته، ثم هدنة تكون بينكم وبين بني الأصفر، فيغدرون فيأتونكم تحت ثمانين غاية، تحت كل غاية اثنا عشر ألفا"[1] [رواہ البخاری ج ا ص ۴۵۰، باب ما یحذر من الغدر] عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ باتیں گن رکھو۔ سب سے پہلے میری وفات۔ پھر بیت المقدس کی فتح۔ پھر تم میں عام موت ظاہر ہو گی جس طرح کہ بکریوں میں وبائی مرض پھیل جائے (اور ان کی تباہی کا باعث بن جائے) پھر مال کی بہتات ہو گی۔ حتیٰ کہ ایک شخص کو سو سو دینار دیئے جائیں گے اور وہ خوش نہ ہو گا۔ پھر فتنہ وفساد پھیل پڑے گا اور عرب کا کوئی گھر اس سے باقی نہ رہے گا۔ پھر صلح کی زندگی ہو گی اور یہ تمہارے اور بنی الاصفر (رومی) کے درمیان قائم رہے گی۔ پھر وہ تم سے عہد شکنی کریں گے اور اسی جھنڈوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کر دیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہو گا۔

اس حدیث میں قیامت سے قبل چھ علامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کی تعیین میں اگرچہ بہت کچھ اختلافات ہیں اور ان کے ابہام کی وجہ سے ہونے بھی چاہئیں۔ لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ حدیث مذکور کے بعض الفاظ حضرت امام مہدی کے خروج کی علامات سے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اگر ان کو ادھر ہی اشارہ قرار دے دیا جائے تو ایک قریبی احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس حدیث کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بحث میں لکھ دیا گیا ہے۔ یہ لحاظ کئے بغیر کہ محقق ابن خلدون اور ان کے اذناب اس کے معتقد ہیں یا نہیں۔

تنبیہ: یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ علماء کے نزدیک مفہوم عدد معتبر نہیں ہے۔ اس لئے مجھ کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت سے قبل اس کے ظہور کی چھ علامات ہیں یا بیش وکم۔ یہ وقت اور علامات کی حیثیت شمار کرنے سے مختلف ہو سکتی ہیں۔ ان کا کسی حیثیت سے چھ ہونا بھی ممکن ہے اور کسی لحاظ سے وہ کم اور زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ وقتی لحاظ سے جن علامات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں شمار کرایا ہے۔ ان کا عدد کسی خصوصیت پر مشتمل ہو۔ یہ بات صرف یہاں نہیں بلکہ دیگر حدیثوں کے موضوع میں بھی اگر آپ کے پیش نظر رہے تو بہت سی مشکلات کے لئے موجب حل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ فضل اعمال کی حدیثوں میں اختلاف ملتا ہے۔ اس کو پیچیدگیوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ اختلاف بھی صرف وقتی اور شخصی اختلاف کے لحاظ سے پیدا ہو جانا بہت قرین قیاس ہے۔ مگر کیا کہا جائے منطقی عادات نے ہمارے ذہنی ساخت کو بدل دیا ہے۔ ««چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند»»

عن ذي مخبر(هو ابن اخي النجاشي خادم رسول الله ﷺ)قال سمعت رسول الله ﷺيقول:« ستصالحون

---

[1] علامہ ابن حجرؒ امام مہلبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ کفار کا مسلمانوں سے دھوکا علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس پیشن گوئی میں سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ ابن المنیرؒ لکھتے ہیں: روم کے ساتھ صلح کی پیشن گوئی ابھی تک نہیں ہوئی، اور نہ ہی ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ انہوں نے اتنی بڑی تعداد میں زمینی جنگ کی ہے، یقیناً یہ معاملہ ابھی آئندہ زمانے میں ہونے والا ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے کفار کی ایک بڑی تعداد کے باوجود جنگ میں فتح کی خوشخبری دینی مقصود ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ زمانۂ نبوت میں مسلم فوج سے آخری زمانے کے مسلمانوں کی لشکر زیادہ ہوگا۔[فتح الباری، باب هل يعفى عن الذمي اذا سحر، ج٦ص٢٧٨]

الروم صلحا آمنا، وتغزون أنتم وهم عدوا[1] من ورائكم»[2] فتنصرون، وتغنمون، وتسلمون، ثم ترجعون حتى تنزلوا بمرج ذي تلول، فيرفع رجل من أهل النصرانية الصليب،[3] فيقول: غلب

---

[1] علامہ عبد المحسن بن العباد ایک درس میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رومی عیسائی اور مسلمان دونوں اپنے ایک مشترکہ دشمن کے خلاف لڑیں گے، اس سے یہ مراد نہیں کہ رومی عیسائی جہاد، اعلائے کلمۃ اللہ اور دینِ اسلام کی ترویج کے لیے لڑیں گے، کیونکہ عیسائی تو خود کفار ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک سے کہا، کہ ہم کسی بھی مشرک سے دین کی سربلندی کے لیے مدد طلب نہیں کرتے، مگر چونکہ اس حدیث سے رومیوں اور مسلمانوں کی صلح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مدد طلب کرنا درست ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں کا مشترکہ مفاد ہوگا، جس کے حصول کے لیے اس دشمن کے خلاف دونوں لڑیں گے۔ قتال میں کفار سے مدد طلب کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں ایک آنے والے معاملہ کے بارے میں خبر دینی ہے، جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو کام مستقبل میں ہوگا، وہ جائز بھی ہو، بلکہ اس واقعے سے پہلے مسلمانوں کو خبردار کرنا مقصود ہے، نہ کہ شرعی جواز دینا مراد ہے۔[شرح سنن أبي داؤد للعباد، محاضرات في التسجيلات الصوتية، رقم التسجيل الصوتي: ۴۸۳، صفحہ ۸]

[2] «ستصالحون الروم صلحا آمنا، وتغزون أنتم وهم عدوا من ورائكم» **"تصالحون الروم صلحا آمنا حتى تغزوا أنتم وهم الترك وكرمان، فيفتح الله لكم** اس حدیث کے دیگر طرق سے معلوم ہوا کہ رومی عیسائیوں اور مسلمانوں نے ترک و کرمان یعنی روسی قبائل کے خلاف جہاد کر کے فتح حاصل کی۔[الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۳۷۵، ج۲ ص۴۸۹] اس کے بعد رومی عیسائیوں یعنی امریکہ ویورپ نے مسلمانوں پر اپنی اجارہ داری اور غیر شرعی امور کی پابندی، کفری صلیبی نظام کو بلند کرنے کا باقاعدہ اعلان کیا، تو اس کے خلاف اسامہ بن لادن نے صلیبی نظام کو چیلنج کیا اور ان پر حملے کیے، چنانچہ اسی نکتے کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا: **فيقول قائل من الروم: غلب الصليب، ويقول قائل من المسلمين: بل الله غلب، ويتداولونها، وصليبهم من المسلمين غير بعيد، فيثور إليه رجل من المسلمين، فيدقه-** ۳۔رومی عیسائی یعنی امریکہ ویورپ کے عیسائی طاقتوں نے اسامہ بن لادن اور اس سے متاثر افراد کو دہشت گرد کا لقب دیا اور اسامہ بن لادن کو پکڑنے کے لیے افغانستان پر حملہ کیا، اس سے مخلص مسلمانوں نے اسلحہ لے کر جہاد کیا اور کفر کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کیا اور خود شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے، جب کہ رومی عیسائی طاقتوں کا افغانستان پر حملہ کرنے سے مقصود یہ تھا کہ ان کے صلیبی نظام کو نقصان پہنچانے والے کو قتل کیا جائے، اس کو دس(۱۰) گیارہ(۱۱) سالہ محنت کے بعد قتل کیا گیا، چنانچہ اسی نکتے کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا: **ويثورون إلى كاسر صليبهم، فيضربون عنقه، ويثور المسلمون إلى أسلحتهم فيقتتلون، فيكرم الله تلك العصابة بالشهادة-** رومی عیسائی طاقتوں کو جمع کرنے کے لیے امریکی صدر بش نے یورپی نیٹو اور نان نیٹو افواج کو اسی نکتے پر اکٹھا کیا کہ ہم نے تمہاری خاطر عربوں کی مدد کی، مگر عربوں نے ہم سے بے وفائی کر کے ہم پر حملے کیے، لہذا آپس کے اتحاد کے ذریعے ہی ان کو شکست دینا ممکن ہوگا، چنانچہ انہوں نے مل کر افغانستان پر حملہ کیا، اور یہ حملہ آگے جا کر شاید جنگ عظیم کا پیش خیمہ بنے گا، چنانچہ اسی نکتے کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے: **فيأتون ملكهم فيقولون: كفيناك جزيرة العرب، فيجتمعون للملحمة، فيأتون تحت ثمانين غاية، تحت كل غاية اثنا عشر ألفا"** [صحیح ابن حبان، رقم: ۶۷۰۹، ج۱۵ ص۱۰۳]

[3] ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں: **("فيقول") أي: الرجل منهم ("غلب الصليب") أي: غلبنا ببركة الصليب، (فيغضب رجل من المسلمين")حيث نسب الغلبة لغير الحبيب** [مرقاۃ المفاتیح، باب الملاحم، رقم: ۵۴۲۸، ج۸ ص۳۴۱۹] ترجمہ: رومی عیسائیوں میں سے ایک آدمی کہے گا کہ صلیب غالب آگئی، یعنی ہم صلیب کی برکت سے غالب ہوئے، تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی غصہ ہوگا،

کہ غلبے کی نسبت مسلمانوں کی غیر محبوب چیز یعنی صلیب کی طرف کیوں کر دی گئی؟ علامہ سندھیؒ لکھتے ہیں: (**غلب الصليب**) **أي: دين النصارى قصدا لإبطال الصلح، أو لمجرد الافتخار وإيقاع المسلمين في الغيظ** [حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ، باب الملاحم، ج۲ص۵۲۰] ترجمہ: (**غلب الصليب**) کا مطلب یہ ہے کہ صلح کو باطل کرنے کی غرض سے عیسائیوں کے دین کے غالب ہونے کی بات کی، تاکہ فخر ومباہات کے ذریعے مسلمانوں کو غیظ وغصہ میں ڈال دیں۔

۱۔حدیث میں مسلمانوں کا کفار سے یہ صلح کرنا ایک بڑی طاقت کے خلاف ہوگا، جس کی دشمنی پر مسلمان ورومی دونوں متفق ہوں گے اور جب ان کو فتح ملے گی، تورومی اس فتح کو اپنے نام کرنے کی کوشش کریں گے اور مسلمان اس فتح کو اپنے نام کرنے کی کوشش کریں گے۔۲۔حدیث کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران مسلمانوں اور رومیوں میں یہ اتحاد جنگ کی حد تک ہوگا، تاہم دونوں کا ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہوگا، بلکہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ بندی کے باوجود آوازیں لگائیں گے۔

۳۔یہ آوازیں اس وقت شدت اختیار کر جائیں گی، جب رومی عیسائی اس فتح کو اپنے نام کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر یہ اعلان کریں گے کہ یہ جنگ ہم رومی عیسائیوں نے جیتی ہے، مسلمانوں نے نہیں جیتی، جیسا کہ حدیث میں فرمایا: **ويقول قائل من المسلمين: بل الله غلب فيتداولانها بينهم**۔ ۴۔حدیث کے سیاق سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس جنگ کے بعد صلیب کی آواز پر مسلمانوں اور رومیوں میں اختلاف صرف صلیب یا ہلال کی فتح پر نہیں ہوگا، بلکہ اس کا تعلق کسی اہم مفاد پر موقوف ہوگا، جس کے حصول کے لیے رومی کفار بے تاب ہوں گے، اور اس جنگ کے نتیجے میں یہ کامیابی انہیں حاصل ہوئی۔ جس کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں دینے کے لیے کفر کسی بھی صورت رضامند نہیں ہوگا، اس لیے اسی مفہوم کو صلیب کے نام سے تعبیر کیا گیا، کیونکہ صلیب ہی رومی کفار کی علامت شمار ہوتی ہے۔

۵۔حدیثِ مبارک کے سیاق وسباق سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اس جنگ سے حاصل ہونے والی غنیمت میں کفار اگرچہ مسلمانوں کو شریک کریں گے، جیسا کہ صراحتاً حدیث میں موجود ہے، تاہم اس کے علاوہ کوئی دوسرا اہم ایسا مفاد ہوگا، جس کے دینے کے لیے رومی عیسائی تیار نہیں ہوں گے۔۶۔حدیثِ مبارک کے دیگر طرق سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ صلح ایک محدود مدت کے لیے ہوگی، یعنی اس سے پہلے بھی مسلمان اور رومی حالت جنگ میں ہوں گے اور صلح کے بعد بھی خونریز جنگیں ہوں گی۔۷۔حدیث میں رومیوں کے لیے "**غدر**" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں کی جانب سے یہ صلح ان کی مجبوری ہوگی، کیونکہ وہ اس دشمن کو اکیلے شکست دینے پر قادر نہیں ہوں گے، اس لیے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر دی، لیکن جب مسلمانوں سے ضرورت پوری ہوگئی، تو غدر اور دھوکا دے کر عہد شکنی کر دی اور صلح کو توڑ دیا۔

۸۔ایسے ہی "**غدر**" کے لفظ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صلح کو توڑنا کھلم کھلا نہیں ہوگا، بلکہ رومیوں کی طرف دھوکا دہی، جھوٹ اور فریب کے طریقے استعمال کرکے مسلمانوں سے صلح اور جنگ بندی کے بہانے "**غدر**" کریں گے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان ہوگا۔۹۔رومی کفار کا یہ اعلان کرنا کہ یہ جنگ صلیب نے جیت لی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان یہ صلح دیگر مذاہب اور اقوام کے سامنے ہوگا اور وہ اس صلح سے واقف بھی ہوں گے، تو فتح کے بعد اپنے غلبے کے حصول کے لیے شاید یہ اعلان ہو، تاکہ دیگر اقوام ومذاہب ہمارے مطالبات تسلیم کریں اور ہماری ماتحتی میں زندگی گزاریں۔

۱۰۔ایسے ہی رومی کفار اس ایک اعلان کے ذریعے جنگ میں اپنے ساتھ شریک مسلمانوں کو بھی مرعوب کرنے اور ان کو اپنے زیر اثر کرانے کے لیے یہ جملہ اور اس سے ملتے جلتے افعال واقوال کبھی کبھی بطور تعریض اور بالآخر خود علی الاعلان کریں گے، تاکہ مسلمانوں کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ رومی ہمارے شریک نہیں، بلکہ اصل فاتح ہم ہوں گے اور ہمارے عقائد، تہذیب وتمدن کے ماتحت ہوکر تم زندگی گزار کر امن

حاصل کر سکتے ہو، ورنہ ہم اپنی جنگ بندی ختم کر کے تم پر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔

۱۱۔ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں فتح کے بعد عام مسلمانوں کی حیثیت مندرجہ ذیل نوعیت کی ہوگی: ۱۔ اکثر مسلمان رومی عیسائیوں کے اس نعرے سے مرعوب ہوں گے۔ ۲۔ مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہوگی کہ وہ رومی عیسائیوں کے اس **"غدر"** کو نہیں سمجھیں گے، بلکہ ان کو اپنا خیر خواہ اور اسی طرح سابقہ انداز کے مطابق، اپنا شریک تسلیم کریں گے اور اس صلح کی پاسداری کے لیے ترغیب بھی دیں گے۔ ۳۔ بعض مسلمانوں کو ان کا یہ دھوکا معلوم تو ہوگا، مگر ان میں دنیوی مفاد یا عزت و جاہ کی خاطر آواز اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔ ۴۔ لیکن مسلمانوں کا ایک گروہ ان نقصانات کے ازالے کے لیے جذبات میں آکر صلیب کو توڑ دے گا۔ ۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں میں جواب دینے کے لیے کوئی ایک بھی مردِ مؤمن نہیں ہوگا، سوائے اس شخص کے، جس نے اٹھ کر مسلمانوں کی فتح کو اسلام کے نام کرنے کی کوشش کو اپنی مقدور بھر استطاعت سے ناکام بنانے کی کوشش کر دی، شاید اسی نکتے کی طرف حدیث کی تمام طرق اور اسانید میں **"رجل من المسلمین"** کا تذکرہ ہے۔

۶۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کا کوئی متفقہ ایک حکمران نہیں ہوگا، بلکہ مسلمان افراتفری کا شکار ہوں گے، اسی وجہ سے کفر کھلم کھلا غداری بھی کرے گا اور مسلمانوں کے سامنے اپنے کفری شعائر کو بلند بھی کرے گا، مگر مسلمان حکمرانوں، علمائے کرام اور دیگر رجالِ کار میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔

۱۲۔ حدیث کے سیاق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رومی عیسائیوں کا صلیب اٹھانا مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہوئے ان کی کوئی حیثیت تسلیم نہ کرنا، بلکہ ان کے سامنے اپنے کفری عقائد اور انبیائے کرامؑ کی گستاخی ان کا شیوہ بنے گی، کیونکہ صلیب کا اٹھانا درحقیقت مسلمانوں کے عقائد کی تضحیک و تمسخر اور اسلام و مسلمانوں کے سامنے اولوالعزم شخصیات کا مذاق ہے۔

۱۳۔ حدیث کے سیاق سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کفر کی اس قدر دیدہ دلیری درحقیقت مسلمانوں کی کسمپرسی کی وجہ سے ہوگی۔ ۱۴۔ تاہم صرف صلیب کا اٹھانا مقصود نہیں، بلکہ اس کا مقصد صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو مکمل طور پر اپنے دین، عقائد، تمدن، تہذیب اور ظاہراً کفر کا عادی بنانا ہوگا۔ ۱۵۔ رومی کفار کی جانب سے صلیب اٹھا کر مسلمانوں کی فتح کو اپنے نام کرانے کی یہ کوشش ان کی ایک مکمل جامع منصوبہ بندی کا پیش خیمہ ہوگی۔ ۱۶۔ کفر کو اتنی جرات ملنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مسلمانوں میں قولی اور عملی جواب دینے کی نہ تو صلاحیت ہوگی اور نہ ہی انہیں اس کا خطرہ ہوگا۔ ۱۷۔ مگر مسلمانوں میں چھپا درویش، مردِ خدا، رجلِ قلندر ایسا پوشیدہ ہوگا، جو اٹھ کر کفر کے سامنے، دیگر تمام مغلوب عوام و حکمران کے سامنے برسرِ عام کفر کی طاقت کی اس علامت کو ریزہ ریزہ کر دے گا۔ ۱۸۔ کفار کی مذہبی، افرادی قوت، اقتصادی و معاشی شہ رگ کے علاوہ مسلمانوں کی دسترس میں کفر کے کئی اہداف آسان ہوں گے، جیسا کہ حدیث میں اس کا صراحتاً ذکر کیا گیا: فيثور المسلم إلى صليبهم وهم منهم غير بعيد فيدقه مسلمان ان کی صلیب کی جانب اٹھ کر اپنے غصے کا اظہار کرے گا، تاکہ رومی کفار مسلمانوں کے سامنے ان کی جیتی ہوئی جنگ کو اپنے اور اپنے مذہبی عقائد کا رنگ نہ دے سکیں، کیونکہ ہم نے اگرچہ رومی کفار کے ساتھ صلح کی ہے، لیکن ان کے عقائد کو تسلیم نہیں کیا۔

۱۹۔ حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اس جواب سے کئی دیگر مسلمان متفق نہیں ہوں گے، بلکہ انہیں یہ جواب دینا خلافِ مصلحت اور خلافِ حکمت معلوم ہوگا۔ اور کئی مسلمان اس جواب دینے والے مسلمانوں کے خلاف بھی ہوں گے۔ ۲۰۔ جب کہ رومی کفار بظاہر دیگر مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف انہی مسلمانوں اور انکے معاونین کے درپے ہوں گے اور ان کو قتل کرنے، سخت سے سخت سزائیں دینے اور ان کو اس فعل سے توبہ تائب کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ۲۱۔ مگر اس مسلمان کے دفاع کے لیے ایک گروہ کھڑا ہوگا، جو اپنی زندگیاں

الصليب، فيغضب رجل من المسلمين، فيدقه، فعند ذلك تغدر الروم، وتجمع للملحمة" حدثنا مؤمل بن الفضل الحراني، حدثنا الوليد بن مسلم، حدثنا أبو عمرو، عن حسان بن عطية، بهذا الحديث، وزاد فيه: «ويثور المسلمون إلى أسلحتهم، فيقتتلون، فيكرم الله تلك العصابة بالشهادة» ***ترجمہ:*** ذی مخبرؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ تم روم سے صلح کروگے پوری صلح۔ اور دونوں مل کر اپنے دشمن سے جنگ کروگے اور تم کو کامیابی ہوگی اور مال غنیمت ملے گا۔ یہاں تک کہ جب ایک زمین پر آکر لشکر اترے گا جس میں ٹیلے ہوں گے اور سبزہ ہوگا تو ایک شخص نصرانیوں میں سے صلیب اونچی کر کے کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا۔ اس پر ایک مسلمان کو غصہ آجائے گا۔ وہ اس صلیب کو لے کر توڑ ڈالے گا اور اس وقت نصاریٰ غداری کریں گے اور جنگ عظیم کے لئے سب ایک محاذ پر جمع ہو جائیں گے۔ (ابوداؤد باب مایذ کر من ملاحم روم ج ۲ ص ۱۳۲)

سید برزنجیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی ہے جس سے اس بات کے واقعات کی ترتیب پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام رومیوں کے ساتھ مل کر پہلے ایک بار رومیوں کے کسی دشمن سے جنگ کریں گے جس کے نتیجہ میں ان کی فتح ہوگی اور دشمن سے حاصل شدہ مال یہ دونوں باہم تقسیم کرلیں گے۔ اس کے بعد پھر یہ دونوں مل کر فارس سے جنگ کریں گے اور پھر ان ہی کو فتح ہوگی۔ رومی مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس طرح

داؤ پر لگا کر اس مردِ آہن کی حفاظت کی ٹھان لیں گے، مگر اسباب کے اس عالم میں ان کو جامِ شہادت نصیب ہوگا، انہی نکات کی طرف حدیث کی کئی طرق میں اشارہ کیا گیا ہے: **ويثور المسلمون إلى أسلحتهم فيقتتلون فيكرم الله عز وجل تلك العصابة من المسلمين بالشهادة** ۲۲۔ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو جواب دینے سے پہلے یہ مردِ آہن پناہ کے لیے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کرے گا، جہاں کفر کی دسترس زیادہ نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن)

۲۳۔ تاہم کفر اس آہنی اعصاب کے مالک سے چھٹکارا پانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا، مگر اس کو حاصل کرنا اس کے نصیب میں نہیں ہوگا۔ ۲۴۔ کیونکہ اس مردِ قلندر کی حفاظت کے لیے ایک اور مردِ مجاہد کھڑا ہو جائے گا، جو کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کفر کے چڑھتے ہوئے غصہ کو کافور کردے گا۔ ۲۵۔ کفر اپنے خوشامدی اور چاپلوسی انداز میں مسلمانوں کو ہر قسم کی امیدیں دے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید سے مردِ مجاہد اپنے مردِ آہن مسلمان بھائی کو کفر کے حوالے کرنے سے انکار کردے گا۔

۲۶۔ یہ مردِ آہن در حقیقت مسلمانوں اور رومیوں کی صلح کے درمیان رومیوں کے گمانِ باطل میں ان کے لیے کام کرے گا۔ اس وجہ سے رومی اس کو اپنے معروف متکبرانہ اندازِ تخاطب میں اپنا بھاگا ہوا سر پھیرا قیدی کہیں گے۔ ۲۷۔ **فيقول الروم لصاحب الروم: كفيناك جد العرب فيغدرون فيجتمعون للملحمة فيأتونكم تحت ثمانين غاية تحت كل غاية اثنا عشر ألفا الف:** حدیث کے اس جملے سے معلوم ہوا کہ رومی عیسائی ممالک مسلمانوں کے ساتھ اس اتحاد میں باقاعدہ باہمی مشاورت کے بعد داخل ہوئے تھے۔ **ب:** ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ رومی عیسائی مسلمان مردِ آہن کی طرف صلیب توڑنے کے اس فعل کو ایک بہت بڑا **"غدر"** کہیں گے اور اپنی جانب سے مسلمانوں کے سامنے ان کے دینی مقدسات، ان کے نظریات کی توہین کو "غدر" نہیں بلکہ وفا کا نام دیں گے۔ **ج:** مسلمانوں سے مل کر اپنے سابقہ دشمن سے جان چھڑانے کے بعد مسلمانوں کے خلاف رومی افواج کو جمع کریں گے اور ان کو عربوں اور مسلمانوں کے رعب سے ڈرا کر اپنی مدد پر ابھاریں گے، اسی طرح کفر اپنے اسی ۸۰ جھنڈوں کے ساتھ آکر مسلمانوں کے خلاف ایک عظیم لشکر قائم کرے گا۔ اور یوں ملحمۃ الکبریٰ کا آغاز ہوگا۔

پہلی بار ہم نے مال غنیمت تقسیم کر کے تم کو دے دیا تھا۔اسی طرح اس بار تم بھی مال اور قیدی سب ہم کو برابر تقسیم کر کے ہم کو دے دو۔اس پر اہل اسلام حاصل شدہ مال اور مشرک قیدیوں کو تو تقسیم کر لیں گے مگر جو مسلمان قیدی ان کے پاس ہوں گے۔ وہ تقسیم نہ کریں گے۔ رومی کہیں گے کہ ہم سے جنگ کرنے اور ہمارے بچوں کو قید کرنے کے یہ بھی مجرم ہیں۔اس لئے ان کو بھی ہمارے حوالہ کرو۔ مسلمان کہیں گے یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ہر گز تمہارے حوالہ نہیں کریں گے۔ رومی کہیں گے کہ یہ خلاف معاہدہ بات ہے۔ آخر کار رومی صاحب رومیہ کے پاس یہ شکایت لے کر جائیں گے۔ وہ اسّی (۸۰) جھنڈے کا ایک بڑا لشکر سمندری راہ سے ان کے ہمراہ کر دے گا۔ جس کے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔۔ یہ لشکر شام کا تمام ملک فتح کر لے گا۔ صرف دمشق اور معتق کا پہاڑ بچ رہے گا اور بیت المقدس کو برباد کر ڈالے گا۔ یہاں ایک سخت جنگ ہو گی۔ مسلمانوں کے بچے معتق پہاڑ کے اوپر ہوں گے اور مسلمان نہر اریط پر صبح وشام ان سے نبرد آزما ہوں گے۔ جب شاہ قسطنطنیہ یہ نقشہ دیکھے گا تو وہ قنسرین کے پاس تین لاکھ فوج خشکی کی راہ سے روانہ کرے گا اور یمن کے ساتھ چالیس ہزار قبیلہ حمیر کے لوگ ان سے آملیں گے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچیں گے اور وہ بھی روم سے جنگ کریں گے۔ آخر ان کو شکست دیں گے۔

ایک اور لشکر آزاد شدہ غلاموں کا بھی عرب کی مدد کے لئے آئے گا اور کہے گا کہ اے عرب تم تعصب کی بات چھوڑ دو ورنہ کوئی تمہارا ساتھ نہ دے گا اور پھر ان کی مشرکین سے جنگ ہو گی۔ مگر مسلمانوں کے کسی لشکر کو فتح نصیب نہ ہو گی۔ ایک تہائی مسلمان شہید ہو جائیں گے اور ایک تہائی بھاگ نکلیں گے اور ایک تہائی باقی رہ جائیں گے۔ ان میں سے پھر ایک تہائی مرتد ہو کر روم سے جاملیں گے اور ایک تہائی عراق و یمن اور حجاز کی طرف بھاگ جائیں گے اور بقیہ ایک تہائی کہیں گے کہ واقعی عصبیت چھوڑ کر سب متفق ہو جاؤ اور سب مل کر دشمن سے جنگ کرو اور اب اس عزم کے ساتھ جنگ کریں گے کہ یا ہم فتح کر لیں گے ورنہ مر جائیں گے۔

جب رومی لشکر مسلمانوں کی اس قلت کا احساس کرے گا تو ایک شخص صلیب لے کر کھڑا ہو گا اور کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا۔ اس پر ایک مسلمان جھنڈا لے کر نعرہ لگائے گا کہ اللہ کے انصار کا غلبہ ہوا۔ رومیوں کے اس کلمہ پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آئے گا اور وہ مسلمانوں کی دو لاکھ فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائے گا اور مسلمانوں کو کامیاب کر دے گا۔ اس کے بعد مسلمان رومیوں کے ملک میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں کے لوگ ان سے امن طلب کر کے جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں گے۔ پھر ارد گرد کے رومی یہ افواہ اڑائیں گے کہ دجال نکل آیا ہے۔ مسلمان ادھر بھاگ پڑیں گے۔ بعد میں ان کو معلوم ہو گا کہ یہ خبر غلط تھی۔ ادھر باقی ماندہ مسلمانوں پر رومی ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو قتل کر ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ روم میں عرب کے زن و مرد میں سے کوئی نہ بچے گا۔ مسلمان واپس ہو کر جب یہ ماجرا دیکھیں گے تو پھر ان سے جنگ کریں گے اور جس قلعہ پر گزریں گے۔ تین دن کے اندر اندر اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کر دے گا۔ یہاں تک کہ جب خلیج کے پاس پہنچیں گے تو نصاریٰ کہیں گے مسیح ہمارا مددگار ہے اور صلیب کی برکت خلیج سمندر سے بچاؤ کے لئے ہماری مددگار ہے۔

جب صبح ہو گی تو کیا دیکھیں گے کہ خلیج خشک ہو گئی ہے اور سمندر پٹ چکا ہے۔ بس فوراً اس میں اپنے خیمے لگا دیں گے۔ ادھر مسلمان جمعہ کی شب میں کفر کے اس شہر کا محاصرہ کر لیں گے اور رات سے لے کر صبح تک حمد اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے۔ نہ کوئی شخص سوئے گا اور نہ بیٹھے گا۔ جب صبح ہو گی تو تمام مسلمان مل کر ایک بار اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے۔ اسی وقت شہر کی ایک جانب گر پڑے گی۔ اس پر حیران ہو کر روم کہیں گے کہ پہلے تو ہماری جنگ عرب سے تھی۔

اب تو جنگ کرنی خود پروردگار عالم ہی سے جنگ معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو مسلمانوں کے لئے ہمارا شہر خود بخود گر کر برباد ہو گیا۔اس کے بعد مال غنیمت کا سونا ڈھالوں میں بھر بھر کر تقسیم ہوگا اور عورتیں اس کثرت سے ہوں گی کہ ایک ایک شخص کے حصہ میں تین تین سو عورتیں آئیں گی۔اس کے بعد پھر دجال حقیقتاً نکل آئے گا اور قسطنطنیہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں فتح ہوگا جو زندہ وسلامت رہیں گے۔نہ بیمار پڑیں گے اور نہ کوئی مرض ان کو ستائے گا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور ان کے ہمراہ یہ جماعت دجال کے لشکر (یہود) کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگی۔ یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ امام سیوطیؒ نے جامع کبیر میں ذکر فرمائی ہے۔

ظہورِ مہدی سے پہلے عراق اور شام کا اقتصادی بائیکاٹ: مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے کلام میں:

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ الله فَقَالَ: يُوشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ قَفِيزٌ وَلَا دِرْهَمٌ، قُلْنَا: مِنْ أَيْنَ ذَاكَ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ، يَمْنَعُونَ ذَاكَ، ثُمَّ قَالَ: يُوشِكُ أَهْلُ الشَّأْمِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ دِينَارٌ وَلَا مُدْيٌ، قُلْنَا: مِنْ أَيْنَ ذَاكَ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الرُّومِ، ثُمَّ سَكَتَ هُنَيَّةً، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا، لَا يَعُدُّهُ عَدَدًا» قَالَ قُلْتُ لِأَبِي نَضْرَةَ وَأَبِي الْعَلَاءِ: أَتَرَيَانِ أَنَّهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَا: لَا.[1] **ترجمہ:** صحیح مسلم میں ابو نضرہؒ سے روایت ہے کہ ہم

[1] ایرانی انقلاب کے خوف سے عرب ممالک بالعموم اور بالخصوص کویت کی جانب سے عراقی حکومت کے ساتھ یہ وعدے کیے گئے تھے کہ جنگ کے اخراجات کی تکمیل کے لیے ہم آپ کو تیل کے کچھ کنویں دیں گے، مگر جب جنگ ختم ہوئی، تو کویت نے اپنا وعدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ جن کے حصول کے لیے عراق نے وعدۂ خلافی کے جرم میں راتوں رات چڑھائی کر کے کنوؤں پر قبضہ جما لیا مگر کویتی بادشاہ پہلے مصر چلا گیا اور وہاں ٹیلی ویژن پر آ کر پہلے عرب ممالک سے مدد طلب کی، اور پھر امریکہ جا کر اقوام متحدہ میں اپنی حکومت بچانے کے لیے درخواست کی۔ اس طرح امریکہ نے آ کر عراقی فوج کو واپس کر دیا اور اقوام متحدہ کے ذریعے ۱۳ سال تک عراق پر پابندیاں لگا کر عراق کو لقمے لقمے کا محتاج کر دیا۔ شاید اسی کی طرف ایک دوسری حدیثِ مبارک میں اشارہ کیا گیا جس میں فرمایا کہ ایک ملک کا مسلمان بادشاہ دوسرے مسلمان بادشاہ کی حکومت پر حملہ کر کے غلبہ کرے گا، تو وہ مغلوب بادشاہ اس ظالم مسلمان حاکم کے خلاف اپنی مدد کے لیے روم کی عیسائی طاقتوں کے پاس جا کر درخواست کرے گا، عیسائی افواج کا جزیرۃ العرب میں اس طرح آنا عالمی جنگوں (ملاحم) کے لیے نقطۂ آغاز ثابت ہوگا، چنانچہ فرمایا: **عن أبي ذر أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: "إنه سيكون رجل من بني أمية بمصر يلي سلطانا، ثم يغلب على سلطانه أو ينزع منه فيفر إلى الروم، فيأتي بالروم إلى أهل الإسلام فتلك أول الملاحم** **ترجمہ:** حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ عنقریب بنوامیہ کا ایک آدمی مصر میں بادشاہ ہوگا، پھر کچھ عرصہ بعد اس پر دوسرا بادشاہ غلبہ کر کے اس سے بادشاہت چھین لے گا تو یہ بھاگ کر رومی عیسائیوں سے مدد مانگے گا اور رومی عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف لائے گا تو یہ عالمی جنگوں کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوگا۔[المعجم الأوسط للطبرانی، رقم: ۸۱۲۱، ج۸ ص ۱۱۰]

اس تناظر میں اگر جابر الصباح اور اس کے بھائی حسن الصباح کے خفیہ دورہ امریکہ اور انہیں اپنے پڑوسی مسلمان ملک کے خلاف بُلا کر خطے میں امریکی اجارہ داری قائم کرنے کے حوالے سے دیکھا جائے اور اس حدیث کو ملاحظہ کریں تو یہ بات مزید منقح ہو جاتی ہے کہ حدیثِ مبارک میں بیان کیے گئے شخص سے شاید صدام حسین مراد ہو، جب کہ اس بادشاہ کے لیے ایک اور روایت میں "اُخنس" کا صیغہ استعمال کر کے خفیہ دورہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور حدیثِ مبارک میں اس خفیہ دورے کو "اول الملاحم" کہا گیا۔[الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۳۴۱،

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس بیٹھے تھے، آپؓ نے فرمایا: اہل عراق کے پاس قفیز اور درہم نہیں آئے گا۔ ہم نے پوچھا یہ پابندی کون لگائے گا؟ آپؓ نے فرمایا: یہ پابندی عجم کی طرف سے ہوگی۔ پھر فرمایا: قریب ہے کہ اہل شام کے پاس دینار اور مد نہیں آئے گا میں نے پوچھا؟ یہ کس کی طرف سے ہوگا؟ جواب دیا: یہ روم کی طرف سے ہوگا، پھر تھوڑی دیر خاموش ہوئے، پھر فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آئندہ دور میں میری امت میں ایک خلیفہ ایسا ہوگا، جو لوگوں میں مال کو زیادہ مقدار

ج۲ص۷۷۴] سعودی وزیر خارجہ "سعود الفیصل" نے کہا تھا کہ صدام کو مزید کمزور کرنے کے لیے ہم نے میخائل گورباچوف (جو اس زمانے میں روس کا صدر اور صدام کا اتحادی تھا) کو عراق کے خلاف ۴ ملین ڈالر دے کر صدام کے خلاف فیصلہ کر کے اقوام متحدہ میں عراق کے لیے امریکی پابندیوں کا دفاع کرنے سے روک دیا، جس میں پہلے عراقی افواج کا کویت سے غیر مشروط طور پر نکل جانا اور دوسرے نمبر پر دنیا بھر کے تمام عرب وعجم ممالک کی جانب سے پابندیوں کا سامنا کرنا شامل رہا۔

واضح رہے اقوام متحدہ کی جانب سے عراق پر لگائی جانے والی پابندیوں میں صرف یمن نے ان پابندیوں کی خلاف آواز اٹھا کر عربی اور اسلامی ملک ہونے کا ثبوت دیا تھا، باقی دنیا بھر کے تمام رکن ممالک نے عراق کے بوڑھوں، خواتین اور بچوں پر بھوک وافلاس مسلط کرنے کے جرم میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔

شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا امریکی افواج کے خلاف فتویٰ: امریکی افواج کا جزیرۃ العرب میں آنے کے بارے میں بعض علمائے کرام کے جواز والے فتاویٰ سے مجھے تعجب ہوتا ہے، کہ یہ کس طرح ان کے آنے کا دفاع کرتے ہیں، یہ عجیب وغریب فتاوی ہیں، درحقیقت یہ ایک ایسا فتنہ ہے، جس کی سابقہ مثال امتِ مسلمہ میں کہیں نہیں ملتی، اس فتنے کا اثر ہر ہر گھر اور انسان کے دل میں داخل ہوا ہے۔ رومی عیسائیوں کی جانب سے ایسا پہلی بار ہوا کہ جزیرۃ العرب کو اپنے کنڑول میں کر کے تمام کے تمام مسلمانوں اور ان کے سارے وسائل پر قبضہ کر لیا، لیکن اس طرح کی سوچ عام لوگوں کی ہے، میرے خیال میں اگر جزیرۃ العرب کو صرف عسکری اعتبار سے کنڑول کرتا اور مسلمانوں کو ان کے مقابلے کا غم وفکر ہوتا، تو یہ محاصرہ بہتر ہوتا، مگر یہاں صورت حال یکسر برعکس ہے۔ ایسے ہی شیخ سفر الحوالی نے فرمایا: روم کے ساتھ ملاحم قیامت تک جاری رہیں گے، مگر آخری ملاحم کی ابتداء یہی معلوم ہوتی ہے کہ جب دشمن کے مقابلے میں ہم خود کیوں نہیں ڈٹ جاتے کہ ہم کفر کو کفر کے مقابلے میں بلاتے ہیں۔ gulf.war2@yahoo.com اس حق گوئی کی پاداش میں انہیں جیل کی کوٹھری میں جانا پڑا۔ اسی طرح شیخ سلمان العودۃ اور شیخ سعید بن زغیر پر ۲۵ سالہ قید کا حکم جاری ہوا۔ ایسے بہت سے اہل اللہ نے آواز حق بلند کر کے کفر کے مقابلے میں کھڑے ہو کر فاسق حکمرانوں کی اس فیصلے پر سخت ناراضگی اور کلمۂ حق عند سلطان جائر کی صدا لگائی۔

صدام حسین کا قتل، مقتدی الصدر کا ظلم وستم اور ظہورِ مہدی: ایک روایت میں فرمایا کہ جب عراق میں خلیفہ قتل کیا جائے گا، تو اس کے خلاف پست قامت، گھنی داڑھی، کالے بالوں، کھلے چمکدار دانتوں والا شخص نکلے گا، اہل عراق کے لیے ہلاکت ہے اس شخص کے پیروکاروں سے، اس کے بعد اہل بیت میں سے ایک شخص مہدی ظاہر ہوگا، جو ظلم وجبر سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ [عقد الدرر، ص ۱۱۵، رقم: ۸۱] **حدیث کی تشریح:** حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں قیامت تک آنے والے حادثات کے بارے میں نام، شخص، صفات اور متعلقہ صورت حال سب کچھ تفصیل سے بیان کر دیا تھا، مگر چند ایک ہمیں یاد رہا اور باقی ہم بھول گئے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث الفتن میں نبی کریم ﷺ نے آنے والے حالات کے بارے میں مسلمانوں کو تمام احوال سے باخبر فرمایا تھا، مگر دین سے بے رغبتی اور علمائے کرام کی خدمت میں حاضر نہ ہونے کی وجہ سے عوام اور علما میں فاصلے بڑھ گئے، جس کی وجہ سے تکوینی طور پر مقرر شدہ امور کے بارے میں بروقت ہمیں نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیوں سے کماحقہ استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔

میں بغیر حساب کے تقسیم کرے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو نضرۃ اور ابو العلاء سے پوچھا کہ کیا تم دونوں حضرات کا اس خلیفہ سے مراد عمر بن عبد العزیز ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ [صحیح مسلم، کتاب الفتن، رقم: ۶۷۔۲۹۱۳، ج۴ص ۲۲۳۴]

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: يُوشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنْ لَا يَجِيءَ إِلَيْهِمْ دِرْهَمٌ وَلَا قَفِيزٌ، قَالُوا: مِمَّ ذَاكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُونَ ذَاكَ، ثُمَّ سَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ: يُوشِكُ أَهْلُ الشَّامِ أَنْ لَا يَجِيءَ إِلَيْهِمْ دِينَارٌ، وَلَا مُدٌّ، قَالُوا: مِمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الرُّومِ يَمْنَعُونَ ذَلِكَ،[1]

---

[1] ظہورِ مہدی سے پہلے شام کی جنگی ابتداء بچوں کے کھیل کود سے: **عن محمد بن بشر بن هشام، عن ابن المسيب، قال: "تكون فتنة بالشام، كأن أولها لعب الصبيان، ثم لا يستقيم أمر الناس على شيء، ولا تكون لهم جماعة حتى ينادي مناد من السماء: عليكم بفلان"** ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ شام میں ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا، جس کی ابتداء بچوں کے کھیل کود سے ہوگی، پھر لوگ کسی ایک معاملہ پر جمع نہیں ہو سکیں گے اور نہ ان کی باقاعدہ جماعت بن سکے گی، یہاں تک کہ آسمان سے ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا، تم فلاں کے پاس جاؤ۔ **تشریح:** اکثر معاصرین اس بات سے باخبر ہیں کہ موجودہ شامی جنگ کی ابتداء ۱۵ اگست بروز جمعہ ۲۰۱۱ء جنوبی شام کے حوران نامی علاقے میں پندرہ بچوں کے کھیل کود سے ہوئی، ان بچوں نے دیواروں پر "الحریہ" اور "ارحل یا بشار" لکھا تھا، تو اس کی سزا میں انہیں قید کر کے مختلف سزائیں دی جانے لگیں جن کے خلاف احتجاج ہوا، شامی فوج نے "درع" شہر میں ان لوگوں کے احتجاج پر فائرنگ کر کے اس تحریک کو مزید ہوا دے دی۔ [دیکھئے https://ar.wikipedia.org/wiki/ الخط الزمني للحرب الأهلية السورية مايو أغسطس 2011]

واضح رہے حدیث مبارک میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا، کہ ظہورِ مہدی سے پہلے رونما ہونے والی جنگ شام میں بچوں کے کھیل سے شروع ہوگی اور اس جنگ کا اختتام نہیں ہوگا بلکہ جب بھی ایک طرف سے اس جنگ کو بند کرنے کی کوشش کی جانے لگے تو دوسری جانب سے جنگ بندی کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ جنگ کا آغاز ہوگا۔ شامی جنگ بندی کے لیے دنیا بھر میں متعدد بار مختلف سیمینارز اور کئی اجلاس منعقد ہوئے، مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ شاید یہ جنگ ہی ظہورِ مہدی سے پہلے شام کی سرزمین پر لڑی جانے والے آخری جنگ ہوگی، جس کے بعد امام مہدی کا ظہور ہو کر سب سے پہلے شام کی فتح کے لیے بذاتِ خود تشریف لا کر اس میں شرکت کریں گے۔

۲۰۱۲ء سے شام میں جاری جنگ میں ابتداء ہی سے قحط کی صورت حال ہے جس کی وجہ سے تعاون اور حقوق انسانی کے نام پر ایسے غیر اخلاقی افعال نظر آتے ہیں کہ جس میں مظلوموں کو کھانے پینے کی اشیاء بھی "جنسی بے حرمتی" کے بدلے دی جاتی ہیں۔ [دیکھئے: شام میں غذائی امداد کے بدلے جنسی استحصال، رپورٹ: جیمز لینڈل، ونی اوڈوٹ، بی بی سی نیوز، ۲۷ فروری، ۲۰۱۸] **شام میں بچوں کے کھیل کود** سے ایک ایسا فتنہ کھڑا ہوگا، جو ختم ہونے کا نام نہیں لے گا، جیسا کہ شام میں درعا شہر کے بچوں نے دیواروں پر "ارحل یا بشار" کے نعرے لکھے، تو شامی سیکورٹی اداروں نے بچوں کو قید و بند کا نشانہ بنایا اور طرح طرح کی خطرناک سزائیں دیں، انہی بچوں میں حمزۃ الخطیب نامی بچہ بھی تھا۔ اس ظلم کے خلاف شامی عوام نے شہر شہر احتجاج اور مظاہرے کیے، آہستہ آہستہ یہ مظاہرے ملک کے طول و عرض میں پھیل گئے، شامی فوج نے ان مظاہروں میں شریک لوگوں کو گرفتار کر کے مختلف طریقوں سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، اور یوں یہ سلسلہ احتجاج اور مظاہروں سے آگے بڑھ کر قتل و قتال کا رخ اختیار کر گیا، جوں ہی ایک جگہ قتل و قتال کا یہ سلسلہ رکتا، تو دوسری جگہ یہ صورت حال شدت اختیار کر جاتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شام کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ جنگ کا منظر پیش کرتا رہا، اور اس حدیث کا مصداق بن کر سامنے آیا، جس میں فرمایا: کہ يشق الشام شق الشعرة شام سے امن وامان کا چمڑہ نکل جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جیش الحر اور بشار کی نظامی فوج میں اختلافات نے ظلم و ستم کی ناقابل یقین داستانیں رقم کیں۔ اندرونِ ملک، قومی،

ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہﷺ: «يَكُونُ فِي أُمَّتِي خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا لَا يَعُدُّهُ عَدًّا»ثُمَّ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيَعُودَنَّ الْأَمْرُ كَمَا بَدَأَ لَيَعُودَنَّ كُلُّ إِيمَانٍ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا بَدَأَ مِنْهَا حَتَّى يَكُونَ كُلُّ إِيمَانٍ بِالْمَدِينَةِ» [المستدرک، ج۴ص۵۰۱، ج۵۰۱]**ترجمہ:** ابو نضرہ سے روایت ہے کہ ہم جابر بن عبداللہؓ کے ساتھ تھے، تو انہوں نے فرمایا: قریب ہے کہ اہل عراق پر یہ حالت آجائے گی کہ ان کے پاس قفیز مقدار گندم اور درہم مالیت نہیں آئے گی، تو ہم نے سوال کیا کہ یہ پابندی کس کی جانب سے ہو گی؟ تو جابرؓ نے جواب دیا کہ عجم کی جانب سے، وہ اس پر پابندی لگا کر تعاون روک دیں گے، پھر فرمایا: قریب ہے کہ اہل شام کے پاس بھی دینار کی مالیت اور مد کی مقدار خوراک نہیں آئے گی، ہم نے پوچھا: یہ کس کی جانب سے یہ پابندی ہو گی؟ تو جواب دیا کہ یہ پابندی روم یعنی اہل مغرب کی جانب سے ہو گی، پھر تھوڑی دیر خاموش ہوئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری آخری امت میں ایک خلیفہ آئے گا، جو مال کو مٹھی بھر بھر کے لوگوں میں تقسیم کرے گا اور شمار کر نہیں دے گا، پھر تھوری دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: ضرور خلافت دوبارہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہو گا، اور ایمان پورا کا پورا پہلے کی طرح مدینہ میں واپس لوٹے گا۔

فصل ششم: ظہورِ مہدی سے پہلے دمشق میں مسلمانوں کا قتلِ عام اور سفیانی: مولانا بدرِ عالم میر ٹھیؒ کے کلام میں:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ يخرج رجل يقال له السفياني فى عمق دمشق وعامة من يتبعه من كلب فيقتل حتى يبقر بطون النساء ويقتل الصبيان فتجمع لهم قيس فيقتلها حتى لا يمنع ذنب تلعة ويخرج رجل من اهل بيتى فى الحرة فيبلغ السفيانى فيبعث اليه جنداً من جنده فيهزمهم فيسيراليه السفيانى[1] بمن معه حتى اذا صار ببيداء من الارض خسف بهم فلا ينجومنهم الا المخبر عنهم(حاکم حدیث

بین الاقوامی، مسلم و غیر مسلم ہر طرح کی لاکھ کوششیں، سیمینارز، اجتماعات، وفود اور دیگر کئی امور زیرِ بحث آئے، مگر اس فتنے سے نکلنے کا کوئی حل سامنے نہ آیا۔ چنانچہ اہلِ مشرق و مغرب کے کفار یعنی یورپ و امریکا نے یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ شیعہ سنی فسادات کے نام پر مسلمانوں کا خون ناحق بہایا گیا۔ سلفی جہادی تنظیموں اور رافضی حزب اللہ وغیرہ جماعتوں نے جنگ میں کود کر معاملے کو مشکل بنادیا۔ اسی منظر نامے کو اگر احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے، تو کئی ہزار دھماکوں، میزائل حملے اور دیگر مہلک ہتھیاروں کے استعمال نے لاکھوں انسانوں کو لقمۂ اجل بنادیا، جو مزید سخت سے سخت تر ہوتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ امام مہدی علیہ الرضوان کے ہاتھ پر بیعت کرکے شام کو ظلم و ستم سے پاک کردیا جائے گا۔

[1] **کتاب الفتن میں متعدد سفیانی کی وضاحت:** مسلمانوں کا بکھرا ہوا شیرازہ متفق کرنے کے لیے متعدد اسلامی شہروں میں اعلائے کلمۃ اللہ کی کوششیں ہوں گی، مگر ہر جگہ اہلِ ایمان کے خلاف ظلم و ستم کرنے والے ظالم و جابر بادشاہ ہوں گے، جن کو احادیث میں "سفیانی" کہہ کر یاد کیا گیا ہے، ان کا تذکرہ احادیث و آثار میں کبھی کوفہ، انبار، دمشق، زوراء یعنی بغداد میں ملتا ہے، تو کبھی سفیانی پر فتح یاب ہونے کے بعد ان کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ایسے ہی عراق میں بھی سفیانی کی جانب سے خراسانی اہلِ ایمان پر ظلم و ستم کا ذکر روایات و آثار میں آیا ہے۔ ایسے ہی مصر کے اہل ایمان کے خلاف بھی "مصری سفیانی طاقت" کا ذکر احادیث میں آیا ہے، مصر میں اہل ایمان پر زمین تنگ کرکے مدینہ منورہ میں امام مہدی کے انصار پر حملہ آوروں میں مصری طاقت کا نام بھی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ سفیانی ظاہری طور پر مسلمان ہو گا، اس پر عبادت کے اثرات بھی ہوں گے، مگر مومنوں کی مخالفت دل میں رکھے گا اور اپنے ہر مخالف کو ظلم و جبر کی چکی میں پیس کر ختم کرنے کی کوشش کرے گا، اس کے لیے کبھی اہل مغرب، تو کبھی کوفہ و انبار اور کبھی ترک (یعنی روس) کو مدد کے لیے پکارے گا، سفیانی کے ظلم کا نشانہ صرف مسلمان ہوں گے۔ یہود و نصاریٰ اور غیر مسلم اس سے بے خوف ہوں گے۔ حالاتِ حاضرہ سے واقف ہر شخص

نمبر ۸۶۳۳ج ۵ص ۲۷، باب ذکر خروج السفیانی من دمشق وبلاکہ کذا فی الحاوی ج ۲ص ۶۵)''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے دمشق کی بستی پر ایک سفیانی شخص حملہ آور ہوگا۔ جس کی عام طور پر اتباع کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے۔ وہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور بچوں کو قتل کرے گا۔[1] اس کے مقابلہ کے لئے قیس کے قبیلہ کے لوگ جمع ہوں گے پھر وہ ان کو قتل کرے گا۔ حتیٰ کہ کسی ٹیلے کی گھاٹی ان کو بچا نہ سکے گی۔ آہ! میرے اہل بیت میں سے مدینہ میں ایک شخص ظاہر ہوگا۔ اس سفیانی کو اس کی خبر پہنچے گی تو وہ اپنے لشکر میں سے ایک دستہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کرے گا۔ وہ شخص ان کو شکست دے گا۔ اس پر سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لے کر خود ان کے مقابلہ کے لئے چلے گا۔ یہاں تک کہ جب بیداء کے میدان میں پہنچے گا تو سب زمین میں دھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی شخص بھی نہ بچے گا۔ مگر صرف ایک شخص جو ان لوگوں کی خبر اپنی جماعت کو جا کر دے گا۔

فصل ہفتم: حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ کے کلام کی روشنی میں روم اور مسلمانوں کی صلح اور ظہورِ مہدی:

عن أبي هريرة أن النبي قال هل سمعتم بمدينة قالوا نعم يا رسول الله قال لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون الفا من بنى اسحاق[2] فاذا جاؤها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح ولم يرموا بسهم قالوا لا اله الا الله

ان علامات کو موجودہ عرب ممالک کے سربراہان میں بآسانی جان سکتا ہے۔ ۱۔ شام کے ظالم بادشاہ "سفیانی" کے بارے میں تفصیل سے اس فتنے کے آغاز، ظلم و ستم کی داستان، مغرب سے تعاون کی درخواست، ترک نسل (ہیاطلہ، اُزکش یعنی چینی اور روسی نسل) کی مدد، ترک نسل (یعنی سلاجقہ) سے اس کا جھگڑا، سفیانی کا قد و قامت، جسمانی علامات اور دیگر مکمل تفصیلات احادیث میں مذکور ہیں۔ ۲۔ صحیح احادیثِ مبارکہ میں جزیرۃ العرب کے ظالم بادشاہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے، جس کی مدد کے لیے مختلف ممالک سے لشکر بھی آکر دھنس جائیں گے۔ ضعیف احادیث میں ظالم سربراہان کو "سفیانی"، "مشوہ الخلق"، "حمش الساعدین"، "غائر العینین" کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب کا ظالم بادشاہ بلاد الحرمین میں ناحق قتل و قتال جاری رکھے گا اور بنو ہاشم میں امام مہدی کی علامات پانے کی وجہ سے ان کو پکڑنے کے احکامات جاری کرے گا۔ ۳۔ عراق کا سفیانی ظالم بادشاہ بھی "زوراء" (بغداد) سے نکل کر مومنین اور اہل بیت کے دشمن کے طور پر مشہور ہوگا، آخر کار یہ مر جائے گا۔ **سفیانی ایک یا متعدد؟**: سفیانی سے متعلق روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیانی متعدد اشخاص ہوں گے: ایک شام کا سفیانی ہوگا۔ دوسرا بلاد الحرمین کا سفیانی ہوگا۔ تیسرا عراق کا سفیانی ہوگا اور چوتھا مصر کا سفیانی ہوگا۔

[1] دمشق کے ظالم بادشاہ کا تذکرہ کتاب الفتن میں اصہب اور سفیانی سے کیا گیا ہے ان روایات و آثار کا خلاصہ یہ ہے: شامی لشکر کا سربراہ سفید چہرے والا، گھونگھریالے بالوں والا، چہرہ سرخی مائل سفید، سبز آنکھوں والا ہلکی ران اور کندھوں والا، لمبی گردن اور زردی مائل سفید رنگت والا چوڑے سر والا، کمزور ران اور ضعیف کہنیوں والا آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی ہوں گی، اس کے کندھے نیچے کی جانب جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کا نام اپنے باپ کے نام کی طرح ہوگا، اس کا نام آٹھ حروف پر مشتمل ہوگا، یہ حریہ (آزادی) کو قتل اور بچوں کو قید کرے گا۔

[2] بنو اسحق کے ستر ہزار سپاہیوں کا سمندر کے کنارے واقع شہر پر حملہ کر کے نعرۂ تکبیر سے فتح کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس شہر سے مراد قسطنطنیہ ہے، جب کہ بنو اسحق سے محققین پشتون مراد لیتے ہیں۔ امام مہدی کے فوج میں بنو اسحق کا تکبیر کے نعروں سے قسطنطنیہ کا فتح کرنا دوسرے کئی احادیث سے ثابت ہے، پشتون تاریخ پر لکھی گئی کتب میں پٹھانوں کو آریائی، یونانی، طالوت اور بنو اسحق قرار دیا ہے، عادات واطوار اور دیگر علامات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حدیث میں "بنو اسحق" سے مراد پشتون نسل ہے، کیونکہ فتنوں کے اس آخری دور میں پٹھانوں کے علاوہ کوئی بنو اسحق نہ تو مسلمان ہے اور نہ ہی پوری دنیا میں دوسرے قبائل کے بارے میں بنو اسحق کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ طالوت کے دو

والله اکبر فیسقط احد جانبیها قال ثور (ابن یزید الراوی) لا اعلمه الا قال الذی فی البحر ثم یقولون الثانیة لا اله الا الله والله اکبر فیسقط جانبها الاخر ثم یقولون الثالثة لا اله الا الله والله اکبر فیفرج لهم فیدخلونها فیغنمون فبیناهم یقتسمون المغانم اذا جاءهم الصریخ فال: ان الدجال قد خرج فیترکون کل شیئ ویرجعون''حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں اور دوسری جانب سمندر میں ہے ؟ ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ سنا ہے۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ بنواسحاق کے ستر ہزار مسلمان اس پر چڑھائی نہ کریں۔ جب وہ اس شہر کے پاس جاکر اتریں گے تو نہ کسی ہتھیار سے لڑیں گے نہ کوئی تیر چلائیں گے بلکہ ایک نعرہ تکبیر لگائیں گے جس کی برکت سے شہر کی ایک جانب گرپڑے گی تو ابن یزید جو اس حدیث کا ایک راوی ہے۔ کہتا ہے جہاں تک مجھے یاد ہے مجھ سے بیان کرنے والے نے اس جانب کے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ وہ جانب سمندر کے رخ والی ہوگی۔ اس کے بعد پھر دوبارہ نعرہ تکبیر لگائیں گے تو اس کی دوسری جانب بھی گرجائے گی۔ اس کے بعد جب تیسری بار نعرہ تکبیر بلند کریں گے تو دروازہ کھل جائے گا اور وہ اس میں داخل ہوجائیں گے اور مال غنیمت حاصل کریں گے۔ اس درمیان میں کہ وہ مال غنیمت تقسیم کررہے ہوں گے کہ آواز آئے گی۔ دیکھو وہ دجال نکل پڑا۔ یہ سنتے ہی وہ سب مال ومتاع چھوڑ کر لوٹ پڑیں گے۔ (مسلم ج۲ ص۳۹۶، کتاب الفتن)

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کا ہے۔ یہاں نعرہ تکبیر سے شہر کے فتح ہوجانے پر تعجب کرنے والے مسلمان ذرا غور وفکر کے ساتھ ایک بار اپنی گزشتہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ اس قسم کے عجائبات سے معمور ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر اس قسم کی غیبی امدادیں ان کے ساتھ نہ ہوتیں تو اس زمانے میں جب کہ نہ دخانی جہاز تھے نہ فضائی طیارے اور نہ موٹر، پھر ربع سکوں میں اسلام کو پھیلا دینا کیسے ممکن تھا۔ آج جب کہ مادی طاقتوں نے سیر وسیاحت کا مسئلہ بالکل آسان کردیا ہے جس حصہ زمین میں ہم پہنچتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ علاء بن حضرمی صحابی رضی اللہ عنہ اور ابومسلم خولانیؒ کا معہ اپنی فوج کے سمندر کو خشکی کی طرح

بیٹے "ارمیا" اور "برخیا" نامی تھے۔ آگے چل کر "ارمیا" کا بیٹا "افغانا" اور پھر برخیا کا بیٹا "آصف" پیدا ہوا۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے وقت "افغانا" کی اولاد اتنی پھیل چکی تھی کہ تمام بنی اسرائیل میں ان کے برابر طاقت ور اور بڑا قبیلہ کوئی دوسرا نہیں تھا پختون قوم اس قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ [دہ پختون تاریخ: قاضی عطاءاللہ خان، طبع سوم، ۲۰۰۴ء، جدون پرنٹنگ پریس، پشاور، ص۱۰] اس طرح پختونوں کے بعض علاقے ایسے ناموں سے مشہور ہیں جو بنی اسرائیل کے مشہور مقامات ہیں، جیسے "خیبر" مدینہ منورہ کے قریب یہودیوں کا ایک قلعہ تھا اس نام سے پختونوں کا علاقہ درہ خیبر مشہور ہے جو صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کے خیبر ایجنسی میں واقع ہے جہاں آفریدی اور شینواری قبائل آباد ہیں۔ اس طرح صدوم جو فلسطین اور شام کے راستے میں آتا ہے جہاں بنی اسرائیل آباد تھے اسی نام سے صوبہ خیبر پختونخوا کا ایک علاقہ ہے جہاں یوسف زئی قبیلہ آباد ہے۔ **کیا پشتون نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہے؟** حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک زوجہ محترمہ کا نام بی بی قتورہ ہے اس سے ابراہیم علیہ السلام کے چھ بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام "یقیسان" ہے۔ یقیسان کی اولاد قینی کہلاتی ہے یہ لوگ علاقہ "پشت" میں آباد تھے [پشت، ایران کے شہر نیشاپور کے نواحی میں آباد ایک علاقہ تھا، اس علاقہ میں تقریباً ۲۲۶ گاؤں آباد تھے۔ معجم البلدان: ابوعبداللہ یاقوت رملی، ج۱، ص۴۲۵] اس وجہ سے یہ لوگ پشتانہ، پشتون اور پاشتین کہلاتے تھے۔ [پشتون تاریخ کے آئینے میں، ص۴۶] [دیکھئے: تتمۃ البیان فی تاریخ الافغان للشیخ جمال الدین الافغانی، ص۱۲-۲۰۔ مزید تفصیل کے لیے: جرگہ، ڈاکٹر مفتی جاوید خان مردانی]

عبور کر جانا تاریخ کا واقعہ ہے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے مقام حیرہ میں زہر کا پیالہ پیش ہونا اور ان کا بسم اللہ کہہ کر نوش کر لینا اور اس کا نقصان نہ کرنا بھی تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ سفینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا نام ہے کا روم میں ایک جگہ گم ہو جانا اور ایک شیر کا گردن جھکا کر ان کو لشکر تک پہنچانا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں منبر پر اپنے جنرل ساریہ کو آواز دینا اور مقام نہاوند میں ان کا سن لینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے دریائے نیل کا جاری ہو جانا یہ تمام تاریخ کے مستند حقائق ہیں۔ ان واقعات کے سوا جو بسلسلہ سند ثابت ہیں۔ ہندوستان کے بہت سے عجیب واقعات ایسے بھی ثابت ہیں جن میں سے کسی کسی کی شہادت تو انگریزوں کی زبان سے بھی ثابت ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے کلام کی روشنی میں قسطنطنیہ کی فتح اور ظہورِ مہدی:

عن معاذ بن جبل، قال: قال رسول الله ﷺ: «عمران بيت المقدس خراب يثرب، وخراب يثرب خروج الملحمة، وخروج الملحمة فتح قسطنطينية، وفتح القسطنطينية خروج الدجال» [سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب فی أمارات الملاحم، رقم: ۴۲۹۴، ج۴ص۱۱۰] ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب کی خرابی کا باعث بنے گی اور یثرب کی خرابی ملحمہ کا سبب ہو گی اور ملحمہ کی وجہ سے قسطنطنیہ فتح ہو گا، اور قسطنطنیہ کے بعد دجال کا خروج ہو گا۔

عن معاذ بن جبل، قال: قال رسول الله ﷺ: «الملحمة الكبرى، وفتح القسطنطينية، وخروج الدجال في سبعة أشهر» عن عبد الله بن بسر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «بين الملحمة وفتح المدينة ست سنين، ويخرج المسيح الدجال في السابعة» [سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب فی أمارات الملاحم، رقم: ۴۲۹۴، ج۴ص۱۱۰] ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملحمۃ الکبریٰ، فتح قسطنطینہ اور خروجِ دجال سات ماہ میں ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملحمۃ الکبریٰ اور فتحِ مدینہ میں چھ (۶) سال کا فاصلہ ہو گا اور ساتویں (۷) سال دجال کا خروج ہو گا۔

ظہورِ مہدی سے پہلے قسطنطنیہ (استنبول) کی فتح ضروری ہے؟

تشریح: اس حدیث کی تشریح میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: **وقد يستشكل هذا بأن قسطنطينية افتتحها السلطان المعروف محمد الفاتح من سلاطين آل عثمان في جمادي الأولى سنة857هـ وهي بيد المسلمين منذ ذلك الوقت إلى اليوم، ولم يخرج الدجال بعد فتحها، مع أن ظاهر هذا الحديث أن الدجال يخرج فور ما يرجع المسلمون من فتح القسطنطينية إلى الشام، ويمكن الجواب عنه بطريقين: الأول: أن في هذا الحديث ما يدل على أن القسطنطينية سوف تصير إلى الكفار أو إلى عملائهم مرة أخرى، وذلك قبل خروج الدجال، فيفتتحها المسلمون مرة أخرى. وإلى هذا المعنى أشار شيخ مشايخنا السهارنفوري رحمه الله في بذل المجهود حيث قال: "والمراد بفتح القسطنطينية فتح المهدي إياها"** [بذل المجهود للسہارنفوری، ج۱۷ص۲۰۹]

الثاني: أن القسطنطينية كانت عاصمة لكفار الروم في زمن رسول الله ﷺ وفي زمن رسول الله ﷺ وفي زمن الصحابة –رضوان الله تعالى عليهم أجمعين– فيحتمل أن يكون المراد من القسطنطينية في حديث الباب عاصمة كبيرة من عواصم بلاد الكفار، لا القسطنطينية بعينها التي سميت اليوم بإستنا بول. ولذلك جاء ذكرها في بعض الروايات بلفظ المدينة فقط. ولم تذكر القسطنطينية. [تکملہ فتح الملہم، ج۶ص۱۵۲]

اس عبارت کی روشنی میں یہ بات کی جاتی ہے کہ ظہورِ مہدی سے پہلے رونما ہونے والی تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہیں، صرف ایک نشانی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام مہدیؒ کے بارے میں احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، یعنی (خدانخواستہ) ظہورِ مہدی سے پہلے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کو کفار مسلمانوں سے چھین لیں اور امام مہدیؒ آکر اسے آزاد کریں گے، لہذا استنبول کفار کے قبضے میں جانے سے پہلے اگر امام مہدیؒ ظاہر ہو جائیں، تو یہ حقیقی مہدی نہیں ہوگا، کیونکہ حقیقی مہدی استنبول کی فتح کے لیے تشریف لائیں گے، جب کہ استنبول تو سلطان محمد فاتح کے دور میں فتح ہو چکا ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ (انشاءاللہ) استنبول کا سقوط نہیں ہوگا، امام مہدی کے ہاتھوں فتح ہونے والا شہر استنبول نہیں، بلکہ رومیہ یعنی موجودہ (اٹلی) ہوگا، جیسا کہ ایک روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے، جب کہ بعض روایات میں "قسطنطنیہ" کے بجائے "مدینہ" کا ذکر ہے۔[سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تواتر الملاحم، رقم:۴۲۹۶، ج۴ص۱۱۰]

چونکہ دورِ نبوی ﷺ میں قسطنطنیہ کا اطلاق یورپ کے دار الخلافہ پر ہوتا تھا، اس اعتبار سے موجودہ صورت حال میں اس سے مراد یورپ کی سرزمین کے اہم ممالک کا فتح ہونا مراد ہو سکتا ہے، بعینہ قسطنطنیہ (استنبول) مراد نہیں ہے، اسی کی طرف ایک روایت میں یوں اشارہ کیا گیا ہے:" **لا تذهب الدنيا حتى تكون رابطة من المسلمين بموضع يقال له بولان حتى يقاتلوا بني الأصفر، يجاهدون في سبيل الله لا تأخذهم في الله لومة لائم حتى يفتح الله عليهم قسطنطينية ورومية بالتسبيح والتكبير، فيهدم حصنها وحتى يقسموا المال بالأترسة** ترجمہ: دنیا ختم نہیں ہو گی، جب تک مسلمانوں کا جنگی معرکہ "بولان "(یعنی گولان) نامی جگہ میں انگریزوں سے نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا پرواہ کرنے والے قسطنطنیہ (استنبول) اور رومیہ محض تسبیح، تکبیر سے فتح کریں گے، اس شہر کی دیوار گر جائے گی اور مسلمان ڈھالوں میں سوناچاندی اور مالِ غنیمت تقسیم کریں گے۔[مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الملاحم، رقم: ۱۲۵۳۸، ج۷ص۳۴۸]

تشریح: اس روایت میں "قسطنطنیہ (استنبول) کا تعارف بطور وضاحت "رومیہ " سے کیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ (استنبول) سے مراد اہل روم یعنی عیسائیوں کے مشہور شہر اور عالمی ہیڈ کوراٹر ہوں گے، جو امام مہدی کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔جب کہ محدث سہارنفوریؒ نے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ سلطان محمد فاتح کی فتح کے بعد خروج دجال سے پہلے استنبول کا سقوط دوبارہ کفار یاان کے آلہ کار سیکولر لوگوں کے ہاتھوں چلا جائے گا، جسے امام مہدی کفار کے قبضے سے نکال کر دوبارہ فتح کریں گے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:"**والمراد بفتح القسطنطينية فتح المهدي اياها**" حدیثِ مبارک میں قسطنطنیہ کی فتح سے مراد امام مہدی ہی کی طرف سے اس کا فتح کرنا ہے [بذل المجہود، ج۱۷ص۲۰۹]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: " لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِينَةِ، مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ، فَإِذَا تَصَافُّوا، قَالَتِ الرُّومُ: خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ، فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ: لَا، وَاللهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا، فَيُقَاتِلُونَهُمْ، فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا، وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ، أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ، وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ، لَا يُفْتَنُونَ أَبَدًا فَيَفْتَتِحُونَ قُسْطَنْطِينِيَّةَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ، قَدْ عَلَّقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزَّيْتُونِ، إِذْ صَاحَ فِيهِمِ الشَّيْطَانُ: إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ، فَيَخْرُجُونَ، وَذَلِكَ بَاطِلٌ، فَإِذَا جَاءُوا الشَّأْمَ خَرَجَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ، يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ، إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عليه السلام، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللهِ، ذَابَ

كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ، وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللهُ بِيَدِهِ، فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ[1] (مسلم ج۲ص ۳۹۲،۳۹۱، کتاب الفتن)" **ترجمہ:** ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت نہ قائم ہو گی یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا دابق میں اترے گا۔ (یہ دونوں مقام حلب کے قریب ملک شام میں ہیں) تو مدینہ سے ایک ایسا لشکر نکلے گا جو اس وقت تمام روئے زمین میں افضل ہو گا جب دونوں لشکر صف آراء ہو جائیں گے تو نصاریٰ کہیں گے تم ان مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ۔ جنہوں نے ہمارے بال بچے گرفتار کر لئے ہیں اور غلام بنا لئے ہیں ہم ان سے لڑیں گے۔ مسلمان کہیں گے نہیں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر لڑائی ہو گی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا۔ ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ کرے گا اور تہائی لشکر شہید ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہیدوں میں افضل ہو گا اور تہائی لشکر فتح یاب ہو گا وہ عمر بھر کبھی کسی فتنے اور بلا میں نہ پڑیں گے۔ پھر وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے جو اس وقت نصاریٰ کے قبضہ میں آ گیا ہو گا۔ (اب تک یہ شہر مسلمان کے قبضہ میں ہے) وہ مال غنیمت کی تقسیم میں ابھی مشغول ہوں گے اور اپنی تلواروں کو زیتون کے درختوں میں لٹکا چکے ہوں گے۔ اتنے میں شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال و بچوں میں نکل آیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی مسلمان وہاں سے چل پڑیں گے۔ حالانکہ یہ افواہ غلط ہو گی۔ جب شام کے ملک میں پہنچیں گے اس وقت دجال نکلے گا اور جب مسلمان جنگ کے لئے مستعد ہوں گے اور صف آرائی کر رہے ہوں گے جب خدا کا دشمن دجال ان کو دیکھے گا تو مارے خوف کے اس طرح پگھل جائے گا۔ جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو یونہی چھوڑ دیں تو بھی وہ خود بخود گھل گھل کر ہلاک ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدر فرمایا ہے۔ اس لئے وہ اس کو قتل فرمائیں گے اور اپنے نیزہ میں اس کے قتل کا خون دکھائیں گے۔

بابِ سوم: خراسان کے سیاہ جھنڈے اور امام مہدی کے مددگار: حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ کے کلام کی روشنی میں:

عن بريدة قال قال رسول الله ﷺ ستكون بعدى بعوث كثيرة فكونوا فى بعث خراسان (رواہ ابن عدی وابن عساکر والسیوطی فی الجامع الصغیر) حضرت بریدہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد بہت سے لشکر ہوں گے تم اس لشکر میں شامل ہونا جو خراسان سے آئے گا۔ [جامع الاحادیث للسیوطی ج۶ ص ۱۴، حدیث نمبر ۱۳۰۷۰]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُودٌ[2] لاَ يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتَّى تُنْصَبَ

---

[1] کفر اپنی چال سے ان کو یہ امید دلائے گا کہ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے، بلکہ اپنے دوستانہ تعلقات تمہارے ساتھ رکھیں گے، لیکن مردِ مجاہد کفر کو یہ شخص حوالہ نہیں کرے گا۔ مذکورہ بالا آخری نکات کی طرف ملا علی القاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: (قالت الروم: خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا "نقتلهم") والمرادون بذلك هم الذين غزوا بلادهم، فسبوا ذريتهم، كذا ذكره التوربشتي -رحمه الله تعالى- وهو الموافق للنسخ والأصول[شرح المشکاۃ لملا علی القاری، باب الملاحم، رقم: ۵۴۲۱، ج۸ ص ۳۴۱۲] ترجمہ: رومی عیسائی طاقتیں کہیں گی: "ہمارے مطلوبہ وہ قیدی جو ہم سے بھاگ کر تمہارے پاس پناہ لیے ہوئے ہیں، وہ ہمیں حوالہ کر دو" اس حدیثِ مبارک میں اِن افراد سے مراد وہ لوگ ہوں گے، جنہوں نے رومی عیسائی طاقتوں کے ممالک پر حملہ کیا ہو گا اور ان کی اولاد، نسل اور خاندانوں کو نقصان پہنچایا ہو گا۔ حدیث کے مختلف نسخوں اور اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہی تشریح زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

[2] **سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کے لیے اصول:** ا۔ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کے بارے میں بنو عباس کے تاریخی تناظر میں ذکر کی

بِإِيلِيَاء[سنن الترمذی، رقم:۲۲۶۹،ج۴ص۱۰۱]
حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خراسان کی طرف سے سیاہ سیاہ جھنڈے آئیں گے کوئی طاقت ان کو واپس نہیں کر سکے گی۔ یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں نصب کر دیئے جائیں گے۔[ترمذی شریف ابواب الفتن ج۲ص۵۲،حدیث نمبر۲۲۶۹]
حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیاہ جھنڈے وہ نہیں ہیں جو ایک مرتبہ ابومسلم خراسانی لے کر آیا تھا۔ جس نے بنوامیہ کا ملک

جانے والی اصول حدیث کی عللِ خفیہ سے قطع نظر کر کے متاخرین محدثین مثلاً علامہ ابن کثیرؒ، علامہ ابن حجرؒ اور علامہ ہیثمیؒ کے آراء کو لے کر ان روایات کو اصولِ حدیث، جرح وتعدیل اور روایت ودرایت کے سامنے پیش کیا جائے اور ان اصولوں کی روشنی میں کتاب الفتن کی دیگر روایات کی طرح سیاہ جھنڈوں والی روایات کو بھی ظنی محتمل تطبیقی تشریح کی اجازت دی جانی چاہیے۔ ۲۔افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے ظہورِ مہدی سے متعلق متفقہ صحیح روایات کی روشنی میں علامات کی تشریح میں ان روایات کو بھی ایک امکانی حد تک تسلیم کیا جائے۔ ۳۔شاذ، منکر، شدید ضعیف اور موضوع روایات کے علاوہ دیگر ضعیف روایات کے بارے میں چونکہ کبار محدثین کی رائے فضائل اور ترغیب وترہیب میں بیان کرنے کی ہے، لہذا مذکورہ اصول کی روشنی میں ان روایات کو بھی قبول کیا جائے۔ ۴۔ سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات پر یہ اشکال بھی کیا جاتا ہے کہ ان روایات کے معنیٰ میں باہمی تضاد معلوم ہوتا ہے کہیں ان روایات کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان میں رینگتے ہوئے بھی شرکت کرنی چاہیے اور کہیں یہ ذکر ہے کہ سیاہ جھنڈوں سے بچنا چاہیے۔ایسے ہی کئی روایات میں یہ تذکرہ ہے کہ سیاہ جھنڈے گمراہی کے داعی ہیں اور بہت سی روایات میں ان جھنڈوں کو ہدایت یافتہ جھنڈے کہا گیا ہے۔ایسے ہی انہی سیاہ جھنڈوں کو گمراہی، فسق اور کفر بھی کہا گیا ہے۔ ۵۔ نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیاں قیامت تک آنے والے حالات کے لیے ہیں، ان میں مسلمانوں کے لیے واضح طور پر رہنمائی موجود ہے، تاہم کون سی روایت کس زمانے سے متعلق ہے؟ اس کے لیے روایت کے معنیٰ ومفہوم پر دقت کے ساتھ توجہ اور حالاتِ حاضرہ کے نشیب وفراز پر گہری نظر رکھنا لازم ہے، جس کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کون سی روایت کس زمانے کے ساتھ متعلق ہے۔
ایسے ہی صرف سیاہ جھنڈے اٹھا کر کامیابی کا نعرہ لگانا حق کی علامت اور نشانی نہیں، بلکہ حقانیت کے لیے قرآن وسنت، خلفائے راشدین، اہل بیت، ائمہ عترت اور صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کے ساتھ بلا تفریق محبت اور ان کے منہج کی اتباع لازمی ہے، لہذا صرف قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ کی محبت اور اتباع کا نعرہ لگا کر اہل بیت وعترت کو چھوڑنا جس طرح مکمل دین نہیں، ایسے ہی صرف قرآن وسنت اور اہل بیت وعترت سے محبت کا دعویٰ کر کے صحابہ کرامؓ میں تفریق کرنا بھی گمراہی ہے۔اسی وجہ سے سیاہ جھنڈوں کا منہج اس وقت درست ہوگا، جب یہ مکمل دین پر عمل پیرا ہوں۔اور اگر ان اصول الدین میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے، تو جس قدر منہج اور عمل میں کمی ہوگی، اتنی ان کی صحت وسقم پر بھی اثر پڑے گا۔ ۶۔ جس طرح دیگر دینی جماعتوں، اسلامی تنظیموں اور مسلم ممالک کے لیے مسلمانوں کے مقابلے میں کفار سے دوستی جائز نہیں ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کے لیے بھی یہ عمل درست نہیں۔اور اگر کسی ملک، جماعت اور تنظیم کا عمل اس طرح ہوگا، تو جس طرح اس کی صحت وسقم پر اثر مرتب ہوگا، ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کا یہ عمل بھی قابل گرفت ہوگا۔
۷۔ جس طرح دینی جماعتوں اور مسلم ممالک کی مال، عزت اور خون کی قدر وقیمت عام انسانوں کے لیے ہے، ایسے ہی سیاہ جھنڈوں کے لیے بھی یہی اصول ہے، کوئی بھی اس افراط وتفریط کا مظاہرہ کرے گا، تو اس کی کارکردگی اور اعتدال پر حرف ضرور آئے گا۔ ۸۔ کتب صحاح میں سیاہ جھنڈوں سے متعلق عام طور پر حضرت ثوبانؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابوہریرہؓ کی روایات بیان کی جاتی ہیں، جن کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں، اس بارے میں تحقیق کے لیے دیکھئے: ظہورِ مہدی اور عصر حاضر۔

چھین لیا تھا بلکہ یہ دوسرے ہیں جو امام مہدی کے عہد میں ظاہر ہوں گے۔ (کذافی الحاوی ج۲ ص۶۰) نعیم بن حماد حضرت حمزہؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ یہ جھنڈے چھوٹے چھوٹے ہوں گے۔ (حاوی ج۲ ص۶۹،۶۸)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "«تَخْرُجُ مِنَ الْمَشْرِقِ رَايَاتٌ سُودٌ لِبَنِي الْعَبَّاسِ، ثُمَّ يَمْكُثُونَ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ تَخْرُجُ رَايَاتٌ سُودٌ صِغَارٌ تُقَاتِلُ رَجُلًا مَنْ وَلَدِ أَبي سفيان، وَأَصْحَابُهُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، يُؤَدُّونَ الطَّاعَةَ للمهدي»".[1] (کذافی الحاوی ج۲ ص۶۹) وفيه عَنْ محمد بن الحنفية قَالَ: يَخْرُجُ

---

[1] **بنو عباس کے سیاہ جھنڈوں اور موجودہ سیاہ جھنڈوں میں فرق:** سیاہ جھنڈوں سے متعلق روایات کا انکار کرنے والے حضرات اس بات کی طرف توجہ دیں کہ بنو امیہ سے حکومت لینے کا حق بنو عباس کو تھا یا نہیں؟ اس سے قطع نظر اگر اُس زمانے کے حالات اور موجودہ صورت حال کا موازنہ کیا جائے، تو دونوں میں فرق چند وجوہ سے صاف ظاہر ہے۔ **ا۔** بنو امیہ اور بنو عباس میں اختلاف سلطنت کے حصول کے لیے تھا اور اس میں ایک فریق کو سلطنت دینے کے لیے سیاہ جھنڈوں والی روایات کو بیان کر کے لوگوں کو یہ زعم کرانا مقصود تھا کہ مشرق سے اٹھنے والے سیاہ جھنڈوں میں آگے جا کر امام مہدیؓ کا ظہور ہوگا۔ یہ طرز چونکہ شرعی اعتبار سے درست نہیں تھا اور اس زمانے میں ان روایات کو بیان کرنے کا مقصد یہی ہوتا تھا، اس وجہ سے ان روایات کو قبول کرنے سے علمائے حق توقف کرتے تھے۔ اور موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں والی روایات سے مقصود رائج اسلامی سلطنتوں میں سے کسی ایک سے حکومت چھین لینا مقصود نہیں تھا، بلکہ ان جھنڈوں کا عرب سے آکر سرزمینِ افغان پر قابض روسی افواج کے خلاف جہاد کرنا تھا، جس کے جواز کا اُس زمانے میں کوئی عربی یا عجمی مفتی، عالم اور عام مسلمان بھی منکر نہیں تھا۔ **۲۔** بنو عباس کے سیاہ جھنڈے اپنی نسلی تفاخر اور عصبی فوقیت کی خاطر اہل بیت پر ہونے والے مظالم کو استعمال کر کے اپنے حقِ خلافت کو ثابت کرتے تھے۔ جب کہ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا عرب ممالک سے افغانستان آنے کا مقصد اسلامی سرزمین سے کفار کے ظلم کا دفاع تھا، محض اخلاص اور للہیت کی خاطر افغانستان پر قدم رکھا گیا۔ تاکہ نسلی تفاخر، وضعی قوانین کو ختم کر کے عصبیت کے نعروں کو مٹائیں اور خلافت قائم کر کے اہل بیت میں سے آنے والے امام مہدی کے لیے بطورِ تمہید اپنا شرعی فریضہ سرانجام دیں۔

۳۔ بنو عباس کے سیاہ جھنڈوں نے اہل بیت کے نام پر حاصل ہونے والی سلطنت میں اہل بیت کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، جس کی وجہ سے کئی جلیل القدر فقہائے کرام محدثین عظام اور علمائے حق کو قید و بند اور قتل کیا گیا۔ جب کہ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈے نہ صرف یہ کہ علمائے کرام، فقہاء اور دیندار لوگوں کی قدر کرتے ہیں، بلکہ اہل بیت کے حقوق کے لیے بعض نام نہاد بعض زندیق اور بدعتی گروہوں کی بھی مخالفت کرتی ہیں۔ **۴۔** بنو عباس کی خلافت کا مقصد بیت المقدس کو آزاد کرانا نہیں تھا، بلکہ بیت المقدس کی ایلیاء پر تو سیدنا عمرؓ کے دور خلافت میں اسلام کا جھنڈا لہرا چکا تھا۔ اور موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے قبلۂ اول میں یہودی آبادکاری اور فلسطینی مسلمانوں کو قتل کرنے اور بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالخلافۃ بنانے کے خلاف مسلمانوں کی اس سرزمین کو یہودیوں سے آزاد کرانا تھا۔ **۵۔** موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈے درحقیقت اپنے اختیار سے سرزمینِ خراسان کی طرف نہیں آئے، بلکہ تکوینی طور پر جہاد فرض ہونے کی وجہ سے آئے، جب کہ بنو عباس کے جھنڈے محض اپنے اختیار سے بادشاہت کے حصول کے لیے خراسان آئے تھے۔ **سیاہ جھنڈوں کا مقصد کیا؟:** ا۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد حرمین شریفین اور بیت المقدس پر یہود و عیسائیوں کی آمد کے خلاف جدوجہد کر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنا ہے، جو کہ مستقل دینی شعبہ اور اسلامی حمیت ہے۔ ۲۔ موجودہ زمانے میں سیاہ جھنڈوں کا عملی میدان میں افغانستان، فلسطین، عراق و شام، کشمیر اور برما کے مسلمانوں پر رائج مظالم کو ختم کرنا ہے، جن کے لیے انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔ ۳۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط میں حصہ لینے والے عرب ممالک نے انگریزوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مسلمانوں کے سروں سے

رَايَاتٌ سُودٌ لِبَنِي الْعَبَّاسِ، ثُمَّ تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ أُخْرَى سُودٌ قَلَانِسُهُمْ سُودٌ وَثِيَابُهُمْ بِيضٌ، عَلَى مُقَدَّمَتِهِمْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ شعيب بن صالح، مِنْ تَمِيمٍ، يَهْزِمُونَ أَصْحَابَ السفياني حَتَّى يَنْزِلَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ، يُوَطِّئُ للمهدي سُلْطَانَهُ، وَيَمُدُّ إِلَيْهِ ثَلَاثَمِائَةٍ مِنَ الشَّامِ، يَكُونُ بَيْنَ خُرُوجِهِ وَبَيْنَ أَنْ يُسَلِّمَ الْأَمْرَ للمهدي اثْنَانِ وَسَبْعُونَ شَهْرًا.(الحاوی ج ۲ ص ۶۸) حضرت سعید بن المسیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مشرق کی سمت ایک مرتبہ بنوالعباس سیاہ جھنڈے لے کر نکلیں گے۔ پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا رہیں گے۔ اس کے بعد پھر چھوٹے چھوٹے جھنڈے نمودار ہوں گے جو ابوسفیان کی اولاد اور اس کے رفقاء کے ساتھ جنگ کریں گے اور مہدی کی تابعداری کریں گے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: «بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِذْ أَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ، فَلَمَّا رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ، وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ، فَقُلْتُ: مَا نَزَالُ نَرَى فِي وَجْهِكَ شَيْئًا تَكْرَهُهُ؟ فَقَالَ: إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ اخْتَارَ اللهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا، وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلَاءً وَتَشْرِيدًا وَتَطْرِيدًا حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُودٌ، فَيَسْأَلُونَ الْحَقَّ فَلَا يُعْطَوْنَهُ، فَيُقَاتِلُونَ فَيُنْصَرُونَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوا، فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، فَيَمْلَأُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَؤُوهَا جَوْرًا، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَأْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ المهدي»".(رواہ ابن ماجہ قال السندھی الظاہر انہ اشارۃ الی المہدی الموعود ولذالک ذکر المصنف ہذا الحدیث فی ہذا الباب، قال الحافظ عماد الدین بن کثیر: في هذا السياق إشارة إلى ملك بني العباس. وفيه دلالة على أن المهدي يكون بعد دولة بني العباس. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وفی الزوائد اسنادہ ضعیف لضعف یزید بن ابی زیاد الکوفی لکن ینفرد یزید ابن ابی زیاد عن ابراہیم فقد رواہ الحاکم فی المستدرک من طریق عمرو بن قیس عن الحکم عن ابراہیم قلت ورواہ السیوطی فی الحاوی ج ۲ ص ۶۰ بروایۃ ابن ابی شیبۃ ونعیم بن حماد وابی نعیم وفی اٰخرہ فانہ المہدی) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو ہاشم کے چند نوجوان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈب ڈبا گئیں اور آپ کا رنگ بدل گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: کیا بات ہے؟ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر وہ آثار غم دیکھتے ہیں جس سے ہمارا دل آزردہ ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے گھرانوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بجائے آخرت عنایت فرمائی ہے۔ میرے بعد میرے اہل بیت کو بڑی آزمائشوں کا سابقہ پڑے گا۔ ہر طرف سے

خلافت کا سایہ ختم کر دیا، موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد اسی خلافت کا احیاء ہے۔

۴۔ پوری دنیا کے مسلمانوں پر قرآن وسنت کے بجائے طاغوتی نظام رائج ہو چکا ہے، جس میں نہ تو مسلمانوں کی جان محفوظ ہے اور نہ ہی ان کا مال وعزت، بلکہ اب تو بلاد الحرمین میں کھلم کھلا فحاشی عریانی اور کفری نظام لانے کے لیے ایک منظم ترتیب شروع ہو چکی ہے۔ موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد مسلمانوں کو اپنی عظمتِ رفتہ دینے کے لیے نظریۂ جہاد کو زندہ کرنا ہے۔ ۵۔ مسلمانوں پر ایک امیر کا مقرر ہونا فرض کفایہ ہے، یعنی اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اس مقصد کو پورا کرے گی تو دوسرے مسلمانوں سے یہ فریضہ ساقط ہو گا لیکن اگر مسلمان مکمل طور پر اپنے اس فریضے سے غفلت برتیں گے، تو سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔ موجودہ دور میں سیاہ جھنڈوں کا مقصد مسلمانوں میں جذبۂ جہاد، مظلوم مسلمانوں کی کسمپرسی کو اپنی مقدور بھر استطاعت کے مطابق اس ظالمانہ نظام کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کے سروں پر ایک اسلامی امارت تشکیل دینی ہے، تاکہ امت میں تفرقہ اور اختلاف کو ختم کیا جائے۔

بھگائے اور نکالے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ایک قوم مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے لئے ہوئے آئے گی۔ میرے اہل بیت ان سے طالب خیر ہوں گے۔ لیکن وہ ان کو نہیں دیں گے۔ اس پر سخت جنگ ہو گی۔ آخر وہ شکست کھائیں گے اور جو ان سے طلب کیا تھا پیش کریں گے مگر وہ اس کو قبول نہ کر سکیں گے۔ آخر کار وہ ان جھنڈوں کو ایک ایسے شخص کے حوالہ کریں گے جو میرے اہل بیت سے ہو گا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے پھر اسی طرح بھر دے گا جیسا لوگوں نے اس سے قبل ظلم وتعدی سے بھر دیا ہو گا۔ لہٰذا تم میں سے جس کو اس کا زمانہ ملے وہ ضرور اس کے ساتھ ہو جائے۔ اگرچہ اس کو برف پر گھسٹ کر چلنا پڑے۔ [ابن ماجہ ص۲۹۹]

ظہورِ مہدی سے پہلے علاماتِ سیاسیہ کا تعارف: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے کلام کی روشنی میں:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَكُونُ اخْتِلَافٌ[1] عِنْدَ مَوْتِ[2] خَلِيفَةٍ،[1] فَيَخْرُجُ رَجُلٌ

---

[1] اگر اس حدیث کے تناظر میں موجودہ زمانے میں بلاد الحرمین میں بادشاہت کی صورت حال کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بادشاہت عبدالعزیز آلِ سعود کے اولاد میں چلتی رہی، جس میں ولی عہد بادشاہ کی موت کے بعد بادشاہ بن جاتا اور نائب ولی عہد وہ ولی عہد کے عہدے پر فائز ہو جاتا، لیکن پہلی بار ملک عبداللہ نے ولی عہد اور نائب ولی عہد کی تقرری کے لیے سعودی شاہی خاندان میں **"هيئة البيعة"** کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس کا بنیادی مقصد اپنے بیٹے متعب کی بادشاہت کے لیے راستہ ہموار کرنا تھا، تاکہ شاہ عبداللہ کے بعد متعب بادشاہ بنے۔ شاہی خاندان کے افراد اس نکتے کو سمجھ گئے، اس وجہ سے شاہ عبداللہ کی موت کے بعد شاہی خاندان میں بادشاہت پر اختلافات نے زور پکڑ لیا اور شاہ سلمان کی بادشاہت کے بعد متعب بن عبداللہ کو الحرس الوطنی کے فورس اور دیگر عہدوں سے معزول کر کے کرپشن کے الزام میں قید وبند کی صعوبتوں میں رکھ کر سخت ترین سزاؤں سے دوچار کیا، چنانچہ یہ لڑائیاں طول پکڑتی گئی اور محمد بن سلمان کے بنگلے پر حملہ بھی کیا گیا اور اس دوران لڑائی میں سرگرم رکن منصور بن مقرن کی جہاز کو بھی نشانہ بنا کر گرایا گیا۔ اور یوں حدیث میں کی گئی پیشن گوئی کے مطابق جزیرۃ العرب میں حاکم شاہی خاندان میں باقاعدہ اختلافات اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔

[2] **شاہ عبداللہ کی موت اور ظہورِ مہدی سے پہلے ایک اہم نشانی کی تکمیل:** عن عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: عَلَامَةُ الْمَهْدِيِّ إِذَا انْسَابَ عَلَيْكُمُ التُّرْكُ، وَمَاتَ خَلِيفَتُكُمُ الَّذِي يَجْمَعُ الْأَمْوَالَ، وَيُسْتَخْلَفُ بَعْدَهُ ضَعِيفٌ فَيُخْلَعُ بَعْدَ سَنَتَيْنِ مِنْ بَيْعَتِهِ أخرجه نعيم برقم(963) **ترجمہ:** حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ امام مہدی کی علامت یہ ہو گی کہ تم پر ترک حملہ آور ہوں گے اور جو خلیفہ مال جمع کرتا تھا وہ مر جائے گا اور اس کے بعد ایک ایسا شخص خلیفہ بنے گا، جو کمزور اور ضعیف ہو گا اور انتخاب کے دو سال بعد اس سے اختیارات واپس لے لیے جائیں گے۔

ظہورِ مہدی کی پہلی نشانی: روس کا شام پر حملہ کرنا: اس روایت میں ظہورِ مہدی سے پہلے مسلمانوں پر ترک کے حملے کا تذکرہ ہے، چنانچہ علمائے جغرافیہ وأنساب کے کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ "روس" ترک نسل ہے، جیسا کہ علامہ قزوینیؒ نے لکھا ہے: **الروس: أمة عظيمة من الترك** [آثار البلاد وأخبار العباد، ص۵۸۶] **ترجمہ:** روس ترک نسل کا بہت بڑا قوم ہے۔ **تشریح:** اس حدیث کے پہلے جزء میں ظہورِ مہدی سے پہلے یہ پیشن گوئی کی گئی کہ تم پر ترک حملہ آور ہوں گے۔ یہ ظہورِ مہدی کی نشانی ہو گی۔ چنانچہ ۲۰۱۵ء سے سرزمینِ شام پر روسی افواج نے حملہ کیا، جب کہ کتبِ أنساب وجغرافیہ کے مطابق روس ترک نسل میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی کا ظہور قریب ہے۔

مشہور شیعہ کتاب بحار الأنوار میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے، فرمایا: **حدیث:** عن الإمام جعفر الصادق رضي الله عنه قال: من يضمن لي موت عبد الله أضمن له القائم [بحار الأنوار] **ترجمہ:** حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے

ہیں کہ جو مجھے عبداللہ کے موت کی ذمہ داری دے، تو میں اس کو قائم (یعنی امام مہدی) کے آنے کی ذمہ داری دیتا ہوں۔

تشریح: مال جمع کرنے والا خلیفہ مر جائے گا، چنانچہ ۲۰۱۵ء میں شاہ عبداللہ مر گیا، جس نے سعودی عرب کی تاریخ میں کئی ٹریلین ڈالر سے زیادہ سرمایہ جمع کیا تھا۔ شاہ عبداللہ کے بعد جب شاہ سلمان بادشاہ بنا، تو اس نے ایک تہائی مالیت اپنی حلف برداری کے پہلے سال میں اپنی حکومت کے استحکام کے لیے خرچ کر دی، لیکن اس میں کامیاب نہ ہوا۔ چنانچہ یہ بات امریکی سی آئی اے کے سابق سربراہ "بروس ریڈل" نے الجزیرۃ کو دی گئی اپنی ایک انٹرویو میں کہی۔ سعودی شاہی خاندان میں دو سال کی طویل تنازعات کے بعد شاہی خاندان کے بہت سے افراد کو جیل بھیج دیا گیا، بالآخر محمد بن سلمان ولی عہد بنا، لیکن اس کی ولی عہدی کے بعد شاہ سلمان کا مکمل اختیار ختم ہو کر رہ گیا۔ اور یوں نبی کریم ﷺ کی یہ پیشن گوئی صادق آئی: "وَيُسْتَخْلَفُ بَعْدَهُ ضَعِيفٌ فَيُخْلَعُ بَعْدَ سَنَتَيْنِ مِنْ بَيْعَتِهِ" کہ اس کے بعد ایک ایسا کمزور اور ضعیف شخص خلیفہ بنے گا، جس سے دو سال بعد اختیارات لے لیے جائیں گے۔ شاید یہی وجہ ہو گی، کہ شاہ عبداللہ کے موت کے بعد جب شاہ سلمان بادشاہ بنا، تو شاہی خاندان میں باہمی چپقلش شروع ہو گئی اور ولی عہد محمد بن سلمان کے اختیارات شاہ سلمان سے زیادہ بڑھ گئے، تو حدیث کی یہ علامت پائے تکمیل کو پہنچ گئی۔ **حدیث:** إذا مات الخامس من أهل بيتي فالهرج الهرج حتى يموت السابع ثم كذلك حتى يقوم المهدي (أخرجه نعيم في الفتن برقم: ۲۰۰) **ترجمہ:** جب اہل بیت سے پانچواں بادشاہ مر جائے، تو پھر سخت خون ریزی ہو گی یہاں تک کہ ساتواں مر جائے اور جب ساتواں مر جائے، تو حالات اسی طرح رہیں گے، یہاں تک امام مہدی کا ظہور ہو جائے۔

تشریح: موجودہ سعودی حکمران شاہ سلمان ساتواں بادشاہ ہے، چنانچہ یہ شاہی حکومت اس دور میں باپ اور بیٹوں کی حکومت پر مشتمل ہیں، جن میں ا۔ پہلا بادشاہ عبدالعزیز تھا۔ ۲۔ اس کے بعد بیٹوں کی حکومت شروع ہوئی، چنانچہ دوسرے نمبر پر سعود، ۳۔ فیصل، ۴۔ خالد، ۵۔ فہد، ۶۔ عبداللہ، ۷۔ سلمان ہے۔ واضح رہے یہ روایت نہ تو دورِ اسلامی میں سلطنتِ امویہ پر صادق آئی اور نہ ہی سلطنت عباسیہ اور عثمانیہ پر منطبق ہوئی۔ تاہم تطبیق سے پہلے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے: اس روایت میں "إذا مات الخامس من أهل بيتي"، "أهل بيتي" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت پر صادق آسکتی ہے، ان کے علاوہ کسی اور پر منطبق نہیں ہوتی۔ تاہم اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے اس روایت میں "أهل بيتي" میں "**یا**" اضافت کی لگا تار اوی کا وہم معلوم ہوتا ہے، اصل روایت "**اہل بیت**" ہونا چاہیے، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے، فرمایا: **حدیث:** قال كَعْب: إِذَا كَانَتْ رَجْفَتَانِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ انْتُدِبَ لَهَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ وَاحِدٍ. أخرجه نعيم برقم: **850** **ترجمہ:** حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب رمضان کے مہینے میں دو سخت آوازیں ہوں گی، تو اس کے بعد ایک ہی خاندان کے تین افراد اس کے حصول کے لیے نکلیں گے۔ **تشریح:** ان دو روایات سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت "إذا مات الخامس من أهل بيتي"، "أهل بيتي" میں شاید راوی سے وہم ہوا ہے اور اصل میں اس سے مراد "**أهل بيت**" ہے، لیکن راوی کو وہم ہوا ہے، جس کی وجہ سے اس نے "**اہل بیت**" کے بجائے "**اہل بیتی**" کہہ دیا ہے۔ چنانچہ ان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ پانچویں خلیفہ کے موت کے بعد سخت لڑائی شروع ہو جائے گی اور اس سے مراد پانچواں بادشاہ یعنی شاہ فہد کے موت کے بعد جزیرۃ العرب میں لڑائی مراد ہو سکتی ہے اور اسی طرح ہوا کہ شاہ فہد کے بعد پورا عالم اسلام گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد آگ کی بھٹی میں چلی گئی اور یہ لڑائی شاہ سلمان کے دور میں مزید سخت ہوئی، جب اس نے یمن پر چھڑائی کی اور حدیث میں یہ پیشن گوئی ہوئی کہ اس کے بعد یہ لڑائی برابر چلتی رہے گی، یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور نہ ہو جائے۔

[1] خلیفہ سے مراد کیا ہے؟ کیا سقوطِ خلافت کے بعد ظہورِ مہدی سے پہلے جزیرۃ العرب میں دوبارہ خلافت کا آنا لازمی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے خلیفہ کا اطلاق عادل اور ظالم دونوں پر ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی یہی عادل اور ظالم کے لیے خلیفہ کا استعمال ہوا ہے (وَإِذْ قَالَ

مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ، فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ، وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ، فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا، فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، وَذَلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ، وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيمَةَ كَلْبٍ، فَيَقْسِمُ الْمَالَ، وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ، فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ، ثُمَّ يُتَوَفَّى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ: «تِسْعَ سِنِينَ»، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «سَبْعَ سِنِينَ» ورواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح [سنن ابی داؤد، کتاب المهدی، رقم:۴۲۸۶،ج۴ص۱۰۷]. [مجمع الزوائد، رقم:۱۲۳۹۸،ج۷ص۳۱۵]

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کی وفات کے وقت (نئے خلیفہ کے انتخاب پر مدینہ کے مسلمانوں میں) اختلاف ہوگا ایک شخص (یعنی مہدی اس خیال سے کہ کہیں لوگ خلیفہ نہ بنادیں) مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے مکہ کے کچھ لوگ لوگ (جو انہیں بحیثیت مہدی کے پہچان لیں گے) ان کے پاس آئیں گے اور انہیں (مکان) سے باہر نکال کر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت (خلافت) کرلیں گے (جب ان کی خلافت کی خبر عام ہوگی) تو ملک شام سے ایک لشکر ان سے جنگ کے لیے روانہ ہوگا (جو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی) مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء (چٹیل میدان) میں زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا (اس عبرت خیز ہلاکت کے بعد) شام کے ابدال اور عراق کے اولیاء آکر آپ سے بیعت خلافت کریں گے، بعد ازاں ایک قریشی النسل شخص (سفیانی) جس کی ننہال قبیلہ کلب میں ہوگی خلیفہ مہدی اور ان کے اعوان و انصار سے جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجے گا یہ لوگ اس حملہ آور لشکر پر غالب ہوں گے یہی (جنگ) کلب ہے اور خسارہ ہے اس شخص کے واسطے جو کلب سے حاصل شدہ غنیمت میں شریک نہ ہو (اس فتح و کامرانی کے بعد) خلیفہ مہدی خوب داد و دہش کریں گے اور لوگوں کو ان کے نبی ﷺ کی سنت پر چلائیں گے اور اسلام مکمل طور پر زمین میں مستحکم ہو جائے گا (یعنی دنیا میں پورے طور پر اسلام کا راج و غلبہ ہوگا) بحالت خلافت، مہدی دنیا میں سات سال اور دوسری روایت کے اعتبار سے نو سال رہ کر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَقْتَتِلُ[1] عِنْدَ كَنْزِكُمْ[1] ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيفَةٍ، ثُمَّ لَا

رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ) اس آیت کے تناظر میں دیکھ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ کا اطلاق ظالم اور مفسد پر نہ ہوتا، تو فرشتے اس کے لیے کیوں فساد پھیلانے اور خون بہانے کا استعمال کرتے۔ لہذا موجودہ زمانے میں بادشاہت پر لڑنے والے سعودی شاہی خاندان کے تین افراد مراد ہو سکتے ہیں یعنی متعب بن عبداللہ، محمد بن نایف اور محمد بن سلمان تینوں ایک ہی خاندان، ایک ہی خلیفہ یعنی عبدالعزیز آلِ سعود کے اولاد میں سے ہیں۔ اور اس حدیث کو لے کر یہ کہنا درست نہیں کہ ظہورِ مہدی سے پہلے خلافت کا ہونا لازمی ہے۔

[1] اس حدیث میں "اقتتال" کا صیغہ استعمال ہوا ہے، جس کا اطلاق قرآن مجید میں سعودی شاہی خاندان میں ہونے والے جھگڑے سے کم پر ہوا تھا، جیسا کہ فرمایا: (وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ) [القصص:۱۵] (ترجمہ: اور ایک دن وہ شہر میں ایسے وقت میں داخل ہوئے جب اس کے باشندے غفلت میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں دو

آدمی لڑ رہے ہیں، ایک تو ان کی اپنی برادری کا تھا، اور دوسرا ان کی دشمن قوم کا) اس آیت میں "یقتتلان" کا استعمال ایسے دو بندوں کے لیے ہوا ہے، جو آپس میں مشت و گریبانی کرنے والے تھے۔ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا)[الحجرات:۹] صحیح البخاری میں ہے کہ اقتتال کی آیت کا نزول ان دو افراد کے بارے میں ہوا تھا، جو کھجور کی ٹہنیوں، چپل اور ہاتھوں سے ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔جب قرآن وحدیث میں باہمی لڑائی جھگڑے کے لیے اقتتال کا استعمال ہوتا ہے، تو محمد بن نایف، متعب بن عبداللہ اور محمد بن سلمان کا ایک دوسرے پر حملہ کرنے پر تو بطریقہ اَولی اس کا اطلاق ہوگا۔

[1]ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور اس امت کا فتنہ مال اور عورت ہوگا۔یہی مضمون قرآن کی آیات سے بھی ثابت ہے۔جب کہ صحیح مسلم کی روایت میں یہی فرات سے خزانے کے نکلنے کا مضمون وارد ہے۔تاہم مذکورہ بالا حدیث میں کنز سے علامہ ابن کثیر نے کعبہ کا خزانہ مراد لیا ہے، اور علامہ ابن حجرؒ نے دریائے فرات کا خزانہ مراد لیا ہے۔جب کہ علامہ طیبیؒ اور ملا علی القاریؒ نے مال، عمدہ نفیس چیز اور قیمتی معدنی اشیاء مراد لی ہے، [مرقاۃ المفاتیح، ج۸ ص۳۴۳۱، رقم: ۵۴۴۴] [الکاشف عن حقائق السنن للطیبی، ج۱۱ ص۳۴۳۹، رقم:۵۴۴۵] تاہم احادیث کے مجموعی خلاصہ پر نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ طیبیؒ اور ملا علی القاریؒ کی بات زیادہ وزنی ہے، فقیہ النفس مفتی رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔اس تناظر میں اگر حدیث کی تشریح کی جائے، تو خزانے سے مراد جزیرۃ العرب میں مدفون فطری خدائی خزانے ہیں، جیسا کہ کتاب الفتن نعیم بن حماد میں ایک روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے اس میں فرمایا :جب رمضان میں زمین ہل جائے گی، تو ایک ہی خاندان کے تین لوگ خزانے اور بادشاہت کے حصول کے لیے نکل جائیں گے ایک ظلم وجبر، رعب اور دبدبے سے اس خزانے کو طلب کرے گا اور دوسرا وقار، متانت اور عزت کے ساتھ چاہے گا اور تیسرا اس کو قتل وقتال کے ساتھ طلب کرے گا۔ اور اس کا نام عبداللہ ہوگا، اس دوران دریائے فرات کے کنارے بہت بڑی تعداد میں افواج جمع ہو جائیں گی، جو وہاں موجود مال پر لڑائی کرے گی اور ہر نو(۹) میں سات(۷) لوگ مر جائیں گے۔جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس حدیث میں خزانے سے مراد زمین میں موجود خزانہ ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس خزانے سے کون سا خزانہ مراد ہے؟ جب کہ احادیث میں اس سے مراد سونا اور چاندی ہے۔لیکن کیا سونے اور چاندی کا پہاڑ عام طور پر نکل سکتا ہے؟ موجودہ زمانے کے تناظر میں اگر اس خزانے کو دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد بلیک گولڈ یعنی سیاہ سونا ہے جو کہ پیٹرول ہے او اسکی دلیل صحیح مسلم اور ترمذی کی حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ فرمایا: **تقی الارض افلاذ کبدها امثال الاسطوان من الذهب والفضة** کہ زمین اپنی جگر کے ایسے ٹکڑے پھینکے گی، جو سونے چاندی کے ستونوں کی طرح ہوگی۔علامہ ابن الاثیرؒ نے النہایہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: **"یوشک أن ترمی الارض بافلاذ کبدها مثل الاواس"** یعنی زمین اپنے جگر پاروں کو پھینک دے گی، جو لمبے لمبے ستونوں کی طرح ہوں گے۔اگر موجودہ دور میں زمین سے نکلے ہوئے پیٹرول کے پائپوں کو دیکھا جائے، تو یہ مفہوم مزید واضح ہوتا ہے کہ اس سے مراد حقیقی سونا چاندی نہیں بلکہ یہی پیٹرول ہی مراد ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور مستدرک کی ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے **لا ینفع بعد ذلک شیئ منه ذهب ولا فضة** کہ جب زمین اپنے جگر پاروں کو پھینک دے گا تو اس کے بعد حقیقی سونا چاندی کا فائدہ اتنا نہیں ہوگا جتنا زمین سے نکلے ہوئے اس قیمتی سونے کا ہوگا۔موجودہ دور میں پیٹرول کی قیمتی ہونے اور سونے چاندی سے زیادہ موثر ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے۔اسی طرح اگر حدیث میں" زمین کا اپنے جگر پاروں کا قئی کرنا"اس لفظ پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح

يَصِيرُ إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمْ، [1] ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيُقَاتِلُونَكُمْ قِتَالًا لَمْ يُقَاتِلْهُ قَوْمٌ - ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا [2] فَقَالَ- إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ، فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى

قئی اور الٹیاں بہنے والی چیز ہے تو یہ سونا بھی قئی اور الٹیوں کی طرح سائل اور بہنے والی ہوگی، جب کہ تمام دنیاکااتفاق ہے کہ حقیقی سونا سائل نہیں ہوتا، بلکہ سونا خاک اور ریت میں ہوتا ہے۔جب کہ مستدرک اور کتاب الفتن میں یہ بھی روایت ہے کہ ظہور مہدی سے پہلے ظلم وجبر عام ہوجائے گا اور سونا چاندی زمین پھینک دے گی تو امام مہدی اس کے بعد آئیں گے۔جب کہ ایک روایت میں آخری زمانے کے فتنوں میں سونے چاندی پر لڑنے کا فتنہ بھی مذکور ہے۔

آیت مبارکہ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (2) وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَامیں علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ زمین اپنے مردوں کو پھینک دے گی،جب ابن کثیرؒ نے مزید فرمایا کہ کئی سلف صالحین نے یہ بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ زمین اپنے مدفون خزانوں کو بھی پھینک دے گی،جو زمین کے جگر میں ستونوں کی طرح ہیں،جب کہ علامہ بغویؒ نے فرمایا کہ زمین اپنے مردوں اور خزانوں کو نکال باہر کرے گی۔مذکورہ تشریحات کی روشنی میں اگرموجودہ دور کی سائنسی تحقیقات کو دیکھ لیں تو یہ بات مزید واضح ہوجاتی ہے کہ ان احادیث سے مراد پیٹرول اور سونا دونوں ہو سکتے ہیں،کیونکہ پیٹرول کا مادہ زمین میں باقی ماندہ درختوں، انسانی اورحیوانی اجسام،معدنیات اور دیگر کئی اشیاء گذشتہ سینکڑوں سالوں سے مدفون رہا اب آہستہ آہستہ باہر آ رہاہے۔

[1] **"ثم لا يصير إلى واحد منهم "کا شاہی خاندان کے اختلافات پر تطبیق:** محمد بن سلمان کو اگرچہ ولی عہد بنایا گیاہے، جس کے بعد شاہ سلمان براہِ راست اکثر امورِ سلطنت میں زیادہ عمل دخل نہیں دیتا، بلکہ محمد بن سلمان سارے امور کو پورا کر رہاہے، تاہم شاہ سلمان کی حکومت کے خاتمے کا علی الاعلان اظہار نہیں کیا گیااور نہ ہی محمد بن سلمان کو بادشاہ تسلیم کیا گیاہے، تواب سوال یہ ہے کیا یہ صورتِ حال حدیث میں بیان کی گئی پیشن گوئی "ثم لا يصير إلى واحد منهم " کی تکمیل ہوئی یا نہیں اس کا جواب آنے والا وقت دے گا۔ **"ثم لا يصير إلى واحد منهم " میں لفظ "ثم "اور تراخی کا مفہوم:** اگر واقعۃً اس حدیث کا مصداق مذکورہ بالا صورتِ حال ہو، لیکن روایت میں لفظِ **"ثم "** سے یہ بات بظاہر معلوم ہو رہی ہے کہ حالات کی ترتیب اسی نہج کے مطابق واقع ہوگی، جیسے کہ اس حدیث میں ہوگی، حالانکہ موجودہ صورتِ حال میں تقدیم وتاخیر ہوئی ہے؟ مثلا سیاہ جھنڈے القاعدہ، داعش اور الحشد الشعبی کی صورت میں سعودی شاہی خاندان میں باہمی لڑائی سے پہلے ظاہر ہوئی ہے، جس کی وجہ سے خطے میں علی العموم اور جزیرۃ العرب میں علی الخصوص قتل وقتال کا بازار گرم ہو چکاہے، تو کیا یہ تطبیق پھر بھی درست ہے؟ ہاں، بالکل! لفظِ ثم اگرچہ لغتِ عرب میں تراخی کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن تراخی میں حقیقۃً مقدم ومؤخر کا ہونا لازمی نہیں، بلکہ حدیث میں مقصود مذکورہ علامات کا پورا ہونا ہے، مثلا شاہی خاندان میں کرسیٔ سلطنت پر اختلافات اور لڑائی جھگڑا ہونا اور ان میں سے کسی کو بھی حقیقی طور پر گذشتہ کی طرح مضبوط حکومت کا نہ ملنا، جزیرۃ العرب اور بلاد الحرمین میں سیاہ جھنڈوں کا شدید قتال کرنا مقصود ہے، جہاں تک لفظِ **"ثم "** کی تراخی اور واقعات میں تقدیم وتاخیر کا مسئلہ ہے، تو لفظِ ثم میں حقیقی تراخی کا ہونا لازمی نہیں، بلکہ بسا اوقات لفظِ ثم صرف واؤ کے جگہ بھی استعمال ہوتا ہے اور ترتیبِ ذکری کے لیے آسکتا ہے، یعنی ترتیبِ وجودی کا ہونا لازمی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظِ ثم ترتیب ذکری کے لیے ہے ترتیبِ وجودی کے لیے نہیں: (ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا) [البلد:۱۷] اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ ثم کا لانا "روایت بالمعنی "کی وجہ سے راوی نے اپنی طرف سے ذکر کیا ہو یا پھر راوی کا وہم ہو۔ واللہ أعلم بالصواب۔

[2] **حدیث میں راوی سے بھولی ہوئی بات کا تجزیہ:** اس حدیث میں ظہورِ مہدی سے پہلے چوتھی علامت ذکر کی گئی، مگر حدیث کے راویٔ حضرت

شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ [المستدرک، ج۴ص۵۱۰، ۸۴۳۲] **ترجمہ**: بیت اللہ کے پاس خلیفہ کی اولاد میں سے تین لوگ بادشاہت یا خزانہ کے لیے آپس میں لڑیں گے پھر یہ خزانہ یا بادشاہت کسی ایک کو بھی نہیں ملے گی۔ اس دوران مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے والے نکلیں گے اور وہ تمہارے ساتھ اتنی خطرناک جنگ لڑیں گے جو اس سے پہلے تم نے اور تم سے پہلے کسی قوم نے نہیں لڑی ہوگی پھر اس کے بعد ایک جملہ ارشاد فرمایا (جو حضرت ثوبانؓ کو یاد نہ رہا) جب تم اسے دیکھو، تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر رینگتے ہوئے گھسیٹتے چل کر کیوں نہ ہو۔

بابِ چہارم: پہچانِ مہدی کے لیے علاماتِ شخصیہ: فصل اول: حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ کے کلام میں:

حدیث: عن حكيم بن سعد قال: لما قام سليمان، فأظهر ما أظهر قلت لأبي يحيى: هذا المهدي الذي يذكر؟ قال: لا) أخرجه ابن أبي شيبة [الحاوی، العرف الوردی، ج۲ ص۹۷] حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ جب سلیمان خلیفہ بنے اور انہوں نے عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں تو میں نے ابویحیٰ سے کہا وہ مہدی یہی ہیں جن کی شہرت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

حدیث: عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا يُحَدِّثُ قَوْمًا، فَقَالَ: الْمَهْدِيُّونَ ثَلَاثَةٌ: مَهْدِيُّ الْخَيْرِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَمَهْدِيُّ الدَّمِ وَهُوَ الَّذِي تَسْكُنُ عَلَيْهِ الدِّمَاءُ، وَمَهْدَيُّ الدِّينِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، تَسْلَمُ أُمَّتُهُ فِي زَمَانِهِ، وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنْ كعب قَالَ: مَهْدِيُّ الْخَيْرِ يَخْرُجُ بَعْدَ السفياني. [الحاوی، العرف الوردی، ج۲ ص۹۳] ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ مہدی تین ہوں گے: ۱۔مہدی خیر، یہ تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۲۔مہدی دم، یہ وہ شخص ہے جس کے زمانے میں خونریزی ختم ہو جائے گی۔۳۔مہدی دین، یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ ان کے زمانے میں نصاریٰ بھی اسلام قبول کر لیں گے کعب بیان کرتے ہیں کہ مہدی خیر کا ظہور سفیانی کے ظہور کے بعد ہوگا۔

حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ الْحَنَفِيَّةِ: المهدي الَّذِي يَقُولُونَ كَمَا يَقُولُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ: إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قِيلَ لَهُ: المهدي) [الحاوی، العرف الوردی، ج۲ ص۹۷] **ترجمہ:** ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن حنفیہ سے کہا المہدی کا لقب ایسا ہے جیسا کہ کسی نیک آدمی کو" رجل صالح "کہہ دیں۔ اس لحاظ سے مہدی کا اطلاق متعدد اشخاص پر ہو سکتا ہے۔

حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: يُبْعَثُ المهدي بَعْدَ إِيَاسٍ، وَحَتَّى يَقُولَ النَّاسُ: لَا مهدي [الحاوی، العرف الوردی، ج۲ ص۹۱] **ترجمہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مہدی کا ظہور اس وقت ہوگا جب لوگ مایوس ہو کر یہ کہیں گے کہ اب مہدی کیا آئے گا؟

ثوبانؓ کو یاد نہ رہی۔ واضح رہے اگر واقعتاً حدیث کا مصداق موجودہ دور ہو اور اس سے مراد آلِ سعود ہو، تو ممکن ہے کہ وہ بھولی ہوئی نشانی یہ ہو، کہ ظہورِ مہدی سے متصل پہلے پوری دنیا جنگ کی بھٹی بن چکی ہوگی، بالخصوص جزیرۃ العرب اس جنگ کے لیے میدان بن چکا ہوگا، اس دوران آلِ سعود کی اسلامی دشمن پالیسیوں، داخلی انتشار اور پڑوسی ممالک کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی وجہ سے ان کی رہی سہی ساکھ بھی مجروح ہوگی، اور ان کی حکومت دھڑام سے گر جائے گی۔

حدیث: عَنْ كعب قَالَ: إِنِّي أَجِدُ المهدي مَكْتُوبًا فِي أَسْفَارِ الْأَنْبِيَاءِ، مَا فِي عَمَلِهِ ظُلْمٌ وَلَا عَيْبٌ[الحاوی،العرف الوردی، ج۲ ص۹۲] **ترجمہ:** کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں مہدی کی یہ صفت دیکھی ہے کہ اس کے عمل میں نہ ظلم ہوگا نہ عیب۔

حدیث: عَنْ مطر أَنَّهُ ذَكَرَ عِنْدَهُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ المهدي يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ يَصْنَعْهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قُلْنَا: مَا هُوَ؟ قَالَ: يَأْتِيهِ رَجُلٌ فَيَسْأَلُهُ، فَيَقُولُ: ادْخُلْ بَيْتَ الْمَالِ فَخُذْ، فَيَدْخُلُ وَيَخْرُجُ، وَيَرَى النَّاسَ شِبَاعًا، فَيَنْدَمُ، فَيَرْجِعُ إِلَيْهِ، فَيَقُولُ: خُذْ مَا أَعْطَيْتَنِي فَيَأْبَى، وَيَقُولُ: إِنَّا نُعْطِي وَلَا نَأْخُذُ [الحاوی،العرف الوردی، ج۲ ص۹۲] **ترجمہ:** مطر کے سامنے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مہدی آخر ایسے ایسے کام کریں گے جو عمربن عبدالعزیز سے نہیں ہوسکے۔ ہم نے پوچھا وہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس ایک شخص آکرسوال کرے گا۔ وہ کہیں گے بیت المال میں جا اور جتنا چاہے مال لے لے۔ وہ اندر جائے گا اور جب باہر آئے گا تو دیکھے گا کہ سب لوگ نیت سیر ہیں تو اس کو شرم آئے گی اور یہ لوٹ کر کہے گا کہ جو مال آپ نے دیا تھا وہ آپ لے لیجئے تو وہ فرمائیں گے ہم دینے کے لئے ہیں لینے کے لئے نہیں۔

حدیث: عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: قُلْتُ لِطَاوُسٍ: عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ المهدي؟ قَالَ: هُوَ مَهْدِيٌّ، وَلَيْسَ بِهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْعَدْلَ كُلَّهُ [الحاوی،العرف الوردی، ج۲ ص۹۷]ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے پوچھا کیا عمر بن عبدالعزیز ہی مہدی ہیں؟ انہوں نے کہا ایک مہدی وہ بھی ہیں لیکن وہ خاص مہدی نہیں۔ ان کے دور کا ساکامل انصاف ان کے دور میں کہاں ہے؟

حدیث: عَنْ أَبِي جعفر محمد بن علي بن حسين قَالَ: يَزْعُمُونَ أَنِّي أَنَا المهدي، وَأَنِّي إِلَى أَجَلِي أَدْنَى مِنِّي إِلَى مَا يَدَّعُونَ) اخرجہ المحاملی فی امالیہ۔ [الحاوی،العرف الوردی، ج۲ ص۹۷] ابوجعفر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ مہدی میں ہوں حالانکہ مجھے ان کے دعوؤں سے اپنا مرجانا نزدیک تر نظر آتا ہے۔

حدیث: عَنْ سلمة بن زفر قَالَ: قِيلَ يَوْمًا عِنْدَ حذيفة: قَدْ خَرَجَ المهدي،فَقَالَ: لَقَدْ أَفْلَحْتُمْ إِنْ خَرَجَ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ بَيْنَكُمْ، إِنَّهُ لَا يَخْرُجُ حَتَّى لَا يَكُونَ غَائِبٌ أَحَبَّ إِلَى النَّاسِ مِنْهُ مِمَّا يَلْقَوْنَ مِنَ الشَّرِّ(اخرجہ الدانی) [الحاوی ج۲ ص۹۸]سلمہ بن زفر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حذیفہ کے سامنے کسی نے کہا کہ مہدی ظاہر ہوچکے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر ایسا ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تمہارے درمیان موجود ہیں تو تم نے بڑی فلاح پائی یاد رکھو کہ وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ مصائب کی وجہ سے کوئی غائب شخص لوگوں کو ان سے پیارا معلوم نہ ہوگا۔یعنی ان کا شدید انتظار ہوگا۔

حضرت شاہ رفیع الدین کے کلام کی روشنی میں امام مہدی کا مختصر تعارف:

حضرت امام مہدی کا نام اور نسب اور ان کا حلیہ شریف: حضرت امام مہدی سید اور اولادِ فاطمۃالزہرٰی رضی اللہ عنہا میں سے

ہیں اور آپ کا قد و قامت قدرے دراز،[1] بدن چست، رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا ﷺ کے چہرے سے مشابہ ہو گا۔[2] نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا ﷺ سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبداللہ، والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہو گا۔[3] زبان میں قدرے لکنت ہو گی،[4] جس کی وجہ سے تنگ دل ہو کر کبھی کبھی [5] ران پر ہاتھ ماریں گے۔[6] آپ کا علم لدنی (خداداد) ہو گا۔[1] [قیامت نامہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ]

---

[1] عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر، قال: سئل أمير المؤمنين علي عن صفة المهدي، فقال (هو شاب مربوع، حسن الوجه، يسيل شعره على منكبيه، يعلو نور وجهه سواد شعره ولحيته ورأسه)(عقد الدرر للسلمي)''المتوسط القامة بين الطول والقصر ''امام مہدی کے بارے میں حضرت علیؓ نے فرمایا: کہ وہ میانہ قد جوان ہو گا، جس کا چہرہ خوب صورت، اس کے بال لمبے اور مونڈھوں پر آویزاں ہوں گے۔ ان کے چہرے کا نور، داڑھی اور سر کے بالوں پر ہو گا۔ **فائدہ**: روایات میں امام مہدی کی قد کے بارے میں مربوع کا لفظ وارد ہے، جس کا معنی میانہ قد کے ہوتا ہے۔ یعنی امام مہدی کا قد و قامت لمبے سے چھوٹا اور چھوٹے قد والے سے لمبا ہو گا۔

[2] امام مہدی نبی کریم ﷺ کے ساتھ اخلاق میں مشابہت رکھے گا لیکن جسم اور شکل وصورت میں نبی کریم ﷺ کی طرح نہیں ہو گا، چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: أي يشبهه في سلوكه ومعاملته، ولا يشبهه في جسمه وشكله وصورته یعنی نبی کریم ﷺ کی طرح معاملہ حسن سلوک اور اخلاقیات میں مشابہت ہو گی لیکن شکل وصورت اور جسم وغیرہ میں آپ ﷺ کی طرح نہیں ہو گی۔ اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا کہ حضرت حسنؓ سر سے لے کر سینہ تک نبی کریم ﷺ کی طرح تھے اور باقی جسم میں حضرت علیؓ کے مشابہ اور حضرت حسینؓ سینہ سے پاؤں تک نبی کریم ﷺ کی طرح تھے اور سر سے سینہ تک حضرت علیؓ کی طرح تھے۔ [فضائل الصحابہ لأحمد بن حنبل، ج ۲ ص، ۷۷۴، مسند احمد، ج ۴۴ ص ۲۱] اور امام مہدی بھی حسنی اور حسینی ہوں گے، تو اخلاق میں حضرت حسنؓ اور نبی کریم ﷺ کی طرح اور جسم میں حضرت حسینؓ کی طرح ہوں گے۔

[3] سید برزنجی اپنے رسالہ الاشاعۃ میں تحریر کرتے ہیں کہ تلاش کے باوجود مجھ کو آپ کی والدہ کا نام روایات میں سے کہیں نہیں ملا۔ تاہم امام نعیم بن حمادؒ کے کتاب الفتن میں حضرت ابن مسعودؓ کی تلاشِ مہدی سے متعلق روایت (نمبر: ۱۰۰۱، ۱۰۰۰) میں تلاش کے دوران یہ الفاظ آئے ہیں: انا عرفناک باسم واسم ابیه وامه وحلیته کہ ہم نے تمہیں نام، ولدیت، والدہ کے نام اور شکل وصورت سے پہچان لیا ہے۔ اس روایت میں اشارۃ امام مہدی کی والدہ کا تذکرہ آیا ہے۔

[4] عن أبي هريرة أخبره: (أن المهدي اسمه محمد بن عبد الله، في لسانه رتّة) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ امام مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا اور اس کی زبان میں "توتلا" پن ہو گا۔ أخرجه أبو الفرج الأصبهاني. في مقاتل الطالبيين.

[5] مصنفؒ نے امام مہدی کے زبان میں ثقل یعنی بوجھ والی روایت کے ترجمہ میں ''کبھی کبھی'' کا تذکرہ فرما کر اس جانب اشارہ کیا ہے کہ یہ لازمی نہیں کہ زندگی میں امام مہدی کی زبان میں بھاری پن ہو، بلکہ ممکن ہے کہ بچپن میں بھاری پن ہو، جو بعد میں زائل ہو کر کم ہو جائے۔ یا پھر یہ بھاری پن کبھی زیادہ ہو گا، جس کی وجہ سے دایاں ہاتھ بائیں ران پر ماریں گے اور کبھی یہ بھاری پن زیادہ نہیں ہو گا۔ تاہم زبان میں روانی متاثر ضرور ہو گی، جس کو غور سے سننے والے اور بار بار سننے والا محسوس کرے گا۔

[6] وعن أبي الطفيل رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم وصف المهدي فذكر (ثقلا في لسانه، وضرب بفخذه اليسرى بيده اليمنى إذا أبطأ عليه الكلام، اسمه اسمي واسم أبيه اسم أبي) الفتن حضرت ابوالطفیلؓ سے روایت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے کلام میں امام مہدی کی علاماتِ شخصیہ:

امام مہدی کا نام ونسب: عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لاَ تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ العَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ[2] اسْمُهُ اسْمِي. وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[سنن الترمذی، باب ماجاء فی المہدی، رقم: ۲۲۳۰، ج۴ص۵۰۵] **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا بادشاہ ہو جائے جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَلِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي قَالَ عَاصِمٌ: وَأَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلاَّ يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذَلِكَ اليَوْمَ حَتَّى يَلِيَ. هَذَا حَدِيثٌ

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی کے بارے میں فرمایا کہ اس کی زبان میں بھاری پن ہوگا اور اس دوران بائیں ران دایاں ہاتھ سے مارے گا اور اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مشابہ ہوگا۔

[1] عن أبي جعفر محمد بن علي، رضي الله عنهما ، أنه قال: (يكون هذا الأمر في أصغرنا سناً، وأجملنا ذِكْراً، ويورثه الله تعالى علماً، ولا يَكِلُه إلى نفسه). عقد الدرر السلمي **ترجمہ:** یہ حکومت ہمارے خاندان کے ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں آئے گی، جس کی عمر ہم میں سب سے کم ہوگی۔ اور یہ شخص ہم میں سب سے اچھے تذکرے والا ہوگا، جس کو اللہ تعالی اپنی طرف سے ایک خاص علم دیں گے، لیکن وہ اس کو اپنی جانب منسوب نہیں کریں گے۔

[2] امام مہدی کے نام سے متعلق احادیث میں "یواطیء" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور "المواطاة" کا معنیٰ موافقت ہے، یعنی امام مہدی کا نام نبی کریم ﷺ کے نام کے مطابق ہوگا اور ان کے والد کا نام نبی کریم ﷺ کے والد کے نام جیسا ہوگا، لیکن بعض لوگ یواطیٔ کا معنیٰ مخالفت سے کرتے ہیں، مگر یہ بات قرآن وحدیث کی روشنی میں درست نہیں، چنانچہ سنن ابی داود کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ قرآن مجید میں یواطیٔ مادے کی تفسیر میں کئی مفسرین نے اس کی تشریح موافقت سے کی ہے، امام طبریؒ نے آیت مبارکہ "لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللهُ" کی تفسیر لیوافقوا سے کی ہے، آگے فرماتے ہیں: لیوافقوا بتحلیلهم ما حللوا من الشهور وتحريمهم ما حرموا منها، یعنی مہینوں کی موافقت ان کے حلال وحرام کرانے کے ساتھ ایک جیسے آجائے۔ تفسیر الطبری، ج۱۱ص۴۵۱۔ امام بغویؒ نے بھی یہی تشریح لکھی ہے: ليواطئوا أي ليوافقوا، والمواطأة الموافقة، تفسیر البغوی، ج۴ص۴۷۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: ليواطئوا أي ليوافقوا، تواطأ القوم على كذا أي اجتمعوا عليه[تفسیر القرطبی، ج۸ص۱۳۹] اسی مادے کا معنیٰ قرآن میں موافقت کے معنی کے لیے استعمال ہوا ہے، فرمایا: إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا جب کہ امام ابو عمرو الدانیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ یواطیء کا معنی کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: یشابهه، یہی بات علامہ سلمی شافعیؒ نے عقد الدرر میں نقل کی ہے۔ گذشتہ دلائل کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ یواطیٔ اسمہ اسمی کا معنی یہ ہے کہ امام مہدی کا نام نبی کریم ﷺ کے نام یعنی محمد ہوگا اور امام مہدی کے والد کا نام بھی نبی کریم ﷺ کے والد کے نام کی طرح عبداللہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روافض کا عقیدۂ مہدویت درست نہیں، کیونکہ ان کے ہاں امام مہدی کے والد کا نام حسن ہے۔

حَسَنٌ صَحِيحٌ.[سنن الترمذی، باب ماجاء فی المہدی، رقم: ۲۲۳۰، ج۴ص۷۵] **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت سے ایک شخص خلیفہ ہو گا جس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اسی دن کو دراز کر دیں گا یہاں تک کہ وہ شخص یعنی مہدی خلیفہ ہو جائے۔

عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ» - قَالَ زَائِدَةُ فِي حَدِيثِهِ: «لَطَوَّلَ اللهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ»، ثُمَّ اتَّفَقُوا- «حَتَّى يَبْعَثَ فِيهِ رَجُلًا مِنِّي» - أَوْ «مِنْ أَهْلِ بَيْتِي» - يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي " زَادَ فِي حَدِيثِ فِطْرٍ: «يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا، وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا» وَقَالَ: فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ: «لَا تَذْهَبُ، أَوْ لَا تَنْقَضِي، الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي»[سنن ابی داود، کتاب المہدی، رقم: ۴۲۸۲، ج۴ص۱۰۶] **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی بچے گا تو اللہ اسی دن کو دراز فرمادیں گے تاکہ میرے اہل بیت سے ایک شخص کو پیدا فرمائیں جس کا نام اور ولدیت میرے نام اور ولدیت کے مطابق ہو گی، وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا(یعنی پوری دنیا میں عدل وانصاف ہی کی حکمرانی ہو گی) جس طرح وہ(اس سے پہلے) ظلم وزیادتی سے بھری ہو گی۔

عن زر، عن عبد الله، قال: قال رسول الله ﷺ: «لا تذهب الدنيا حتى يبعث الله رجلا من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي، واسم أبيه اسم أبي» **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا ختم نہ ہو گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص (مراد مہدی ہیں) بھیجے گا جس کا نام میرے نام کے اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہو گا (یعنی اس کا نام بھی محمد بن عبداللہ ہو گا)[مصنف ابن ابی شیبہ، رقم:۳۷۶۴۷، ج۷ص۵۱۳]

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي، مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ»[سنن ابی داؤد، کتاب المہدی، رقم: ۴۲۸۴، ج۴ص۱۰۷] **ترجمہ:** حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری نسل اور فاطمہؓ کی اولاد سے ہو گا۔

عن زر بن حبيش، عن عبد الله بن مسعود عن النبي أنه قال ﷺ: «لا تذهب الأيام والليالي حتى يملك رجل من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي، واسم أبيه اسم أبي، فيملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما» **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا کے روز وشب ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص خلیفہ ہو گا جس کا نام اور ولدیت میرے نام اور ولدیت کے مطابق ہو گی (یعنی اس کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا) جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہو گی۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي، مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ» **ترجمہ:** حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام مہدی فاطمہؓ کی اولاد سے ہو گا۔[الخلیفۃ المہدی فی الاحادیث الصحیحہ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ]

عَنْ أَنَسٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: "«نَحْنُ سَبْعَةٌ وَلَدُ عبد المطلب سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ: أَنَا وحمزة وعلي وجعفر والحسن والحسين والمهدي»". (رواه ابن ماجة وفي الزوائد وفي اسناده مقال وعلي بن زياد لم أر من وثقه ولا

من جرح وباقي رجال اسناده موثقون وراجع لها لاذاعة)'' حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ ہم عبد المطلب کی اولاد واہل جنت کے سردار ہوں گے۔ یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن حسین اور مہدی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [ابن ماجہ ص ۳۰۰، حدیث نمبر ۴۰۸۷] [ترجمان السنۃ، الامام المہدی، حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ]

امام مہدی کا چہرہ: عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «الْمَهْدِيُّ مِنِّي،[1] أَجْلَى الْجَبْهَةِ،[2] أَقْنَى الْأَنْفِ،[3] يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ»

---

[1] یعنی مہدی مجھ سے ہوں گے، توامام مہدی نسل و نسب کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہؓ کے نسل سے ہوں گے، جب کہ نسل کی مشابہت کے ساتھ ساتھ نسبت اور سلوک کے اعتبار سے بھی نبی کریم ﷺ سے مشابہت ہوگی، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ مہدی میرے ساتھ اخلاق میں مشابہ ہوگا۔ جب کہ آیتِ مبارکہ میں فرمایا: فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي جب "مِنِّي" فرمایا، تو اس میں مراد یہ ہے کہ اطاعت کرنے والے اور طالوت کے حکم کو ماننے والے اور صرف حق راستے یہی لوگ چلنے والے ہیں، یعنی طالوت کے حقیقی ساتھی، بلکہ اسی سے ہیں، تو اس طرح اطاعت کرنے والے حق پر اور حق ان کے ساتھ ہوگی۔ اسی تناظر میں اگر امام مہدی اور حضرت طالوت اور ان کے متبعین میں نسبت دیکھی جائے، تو یقیناً امام مہدی اور ان کے متبعین افضل ہوں گے، لہٰذا جس طرح حضرت طالوت کے پیروی کرنے والے حقانیت میں حضرت طالوت کی طرف منسوب تھے، ایسے ہی امام مہدی کی پیروی کرنے والے بھی اہتداء اور راہ یابی میں ان کے مشابہ ہوں گے۔ مگر یہ اطاعت منہجِ مہدی کے ساتھ جان و قلب، بدن و روح کے ساتھ، اعتقاد و محبت اور فہم و سلوک کے ساتھ مشابہت ہو، تو جس طرح حضرت طالوت کے پیروکاروں کے بارے میں "فَإِنَّهُ مِنِّي" کہ وہ مجھ سے ہیں، ایسے ہی امام مہدی کی متبعین بھی مہدی کی طرح صاحبِ نسبت ہوں گے۔

[2] "أَجْلَى الْجَبْهَةِ" اس حدیث میں امام مہدی کا چہرہ ذکر کیا گیا ہے، " أَجْلَى الْجَبْهَةِ" کا معنی ہے: "منحسر الشعر عن مقدمة رأسه إلى منتصف رأسه وهو دون الصلع"، امام مہدی کی پیشانی کشادہ ہوگی اور اس کی کشادگی کی وجہ سر کے سامنے حصے کے بال سر کے درمیان تک نکل چکے ہوں گے لیکن اس سے گنجا ہونا ہرگز مراد نہیں ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں "أجلى الجبين" کا تذکرہ ہے، اور "أجلى الجبين" کا معنی ہے: "نزعتا الجبهة يمينا ويسارا" یعنی سر کے دائیں بائیں بال نہ ہونے کی وجہ سے پیشانی کشادہ ہوگی اور بعض روایات میں "أعلى الجبهة" کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے: "مرتفع الجبهة" یعنی نکلی ہوئی پیشانی بعض احادیث میں "**أجبه**" کا ذکر آیا ہے اور اس کا معنی ہے: "**ناتئ الجبهة**" یعنی ابھری ہوئی پیشانی اور چند آثار میں "**أقبل**" (یعنی سامنے کی طرف نکلی ابھری اور کشادہ پیشانی) کا تذکرہ ہے۔ [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: کتاب الفتن لنعیم بن حماد، عقد الدرر للسلمی الشافعی، العرف الوردی للسیوطی، صفۃ المہدی لابی نعیم الاصبہانی، المعجم الموضوعی لأحادیث المہدی، المہدی وقرب الظہور]

[3] "أَقْنَى الْأَنْفِ" مختلف احادیث مبارکہ کی روشنی میں اگر "أَقْنَى الْأَنْفِ" کی تشریح دیکھ لی جائے، تو ان سب کا حاصل یہ بنتا ہے کہ مندرجہ ذیل صفات کا مجموعہ "أَقْنَى الْأَنْفِ" کہلاتا ہے: الف: فيه طول، في أرنبته دقة، مع حدب في وسطه، فأقنى الأنف ليس حادا في أرنبته، وليس أفطس منبسط القمة. اقنی الأنف سے مراد ایسی ناک ہے جس میں لمبائی، بانسہ باریک اور درمیان میں گولائی ہو، مگر اس سے مراد یہ بھی نہیں کہ جس کی ناک کا سرا باریک ہوگا وہی أقنى الانف ہوگا اور نہ ہی چپٹی حبشی نما ناک والا شخص **أَقْنَى الْأَنْفِ** ہوگا۔ ب: أشم الأنف أي استواء أنفه مع ارتفاعه. كما رواه أبو نعيم الأصبهاني في صفة المهدي عن أبي سعيد الخدري: أشم الأنف سے مراد ایسی ناک ہے، جس میں بلندی اور برابر دونوں ہو، جیسا کہ ابو نعیم اصبہانیؒ نے صفۃ المہدی میں

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہدی مجھ سے ہوگا (یعنی میری نسل سے ہوگا) اس کا چہرہ خوب نورانی، چمک دار اور ناک ستواں وبلند ہوگی، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح پہلے وہ جور وظلم سے بھری ہوگی (مطلب یہ ہے کہ مہدی کی خلافت سے پہلے دنیا میں ظلم وزیادتی کی حکمرانی ہوگی اور عدل وانصاف کا نام ونشان تک نہ ہوگا)

عن أبي سعيد رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «المهدي منا أهل البيت أشم الأنف أقنى أجلى، يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما، يعيش هكذا» وبسط يساره وإصبعين من يمينه المسبحة، والإبهام وعقد ثلاثة «هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه»

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہدی میری نسل سے ہوگا اس کی ناک ستواں وبلند اور پیشانی روشن اور نورانی ہوگی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح (اس سے پہلے) وہ ظلم وزیادتی سے بھر گئی ہوگی اور انگلیوں پر شمار کر کے بتایا کہ (وہ خلافت کے بعد) سات سال تک زندہ رہے گا۔

نبی کریم ﷺ اور امام مہدی میں مشابہت: **عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ وَنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ، فَقَالَ: «إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ يُسَمَّى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ، يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ، وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ - ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً - يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا»** **ترجمہ:** ابو اسحق روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے برخوردار حضرت حسنؓ کو دیکھتے ہوئے کہا میرا یہ بیٹا سید ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اسے سید سے نامزد کیا ہے اس کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا اس کا نام وہی ہوگا جو تمہارے نبی ﷺ کا اسم گرامی ہے (یعنی اس کا نام محمد ہوگا) سیرت واخلاق میں (میرے بیٹے) حسنؓ کے مشابہ ہوگا اور شکل وصورت میں اس کے مشابہ نہ ہوگا اس کے بعد پھر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ یہ شخص زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ، لَبَعَثَ اللهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا» [سنن ابی داؤد، کتاب المهدی، رقم: ۴۲۸۳، ج۴ص۱۰۷] **ترجمہ:** حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر زمانہ سے ایک ہی دن باقی رہ جائے گا (جب بھی) اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص بھیجے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے معمور کر دے گا جس طرح وہ (اس سے قبل) ظلم سے بھری ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں فرمایا کہ میری امت میں سے ایک شخص "أشم الأنف" آئے گا، جو زمین کو اپنے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ **فالغرض من رجل أقنى الأنف مع كونه أشم الأنف بأن القنى قليلا لا يظهر إلا لمن يتأمله أي يمعن النظر فيه، لأن الشمم والقنى صفتان متعارضتان لا تتفق في شخص واحد، وبه وصف هند بن أبي هالة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: أقنى العرنين، يحسبه من لم يتأمله أشم.** [دیکھئے: المهدی وقرب الظهور، شیخ حسن التهامی، ص۶۹] لهذا اقنی الانف اور اشم الانف سے مراد وہ شخص ہے، جس کی ناک میں صفت باریک بہت ہی کم ہوگی، جو غور سے دیکھنے والے کو ہی ظاہر ہوگی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشم اور اقنی دونوں صفات آپس میں ایک دوسرے کے متعارض ہیں، جو ایک شخص میں بیک وقت ملنے نایاب ہیں۔ جیسا کہ ہند بن ابی ہالہؓ نے نبی کریم ﷺ کے ناک کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کی ناک میانی اور بلند ہوگی، اور غور سے نہ دیکھنے والے کو باریک ناک تصور کرتا ہوگا۔

زمین وآسمان کے برکات کا اترنا: عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ، قال: «يخرج في آخر أمتي المهدي يسقيه الله الغيث، وتخرج الأرض نباتها، ويعطي المال صحاحا، وتكثر الماشية وتعظم الأمة، يعيش سبعا أو ثمانيا» يعني حججا «هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه» **ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری آخر امت میں مہدی پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر خوب بارش برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار باہر نکال دے گی اور وہ لوگوں کو مال یکساں طور پر دے گا اس کے زمانہ (خلافت) میں مویشیوں کی کثرت اور امت میں عظمت ہوگی (وہ خلافت کے بعد) سات سال یا آٹھ سال زندہ رہے گا۔

وعن أبي هريرة قال: «ذكر رسول الله ﷺ المهدي فقال: " إن قصر فسبع وإلا فثمان وإلا فتسع، وليملأن الأرض عدلا وقسطا كما ملئت جورا وظلما»» [مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۴۰۲، ج۷ ص۳۱۶] **ترجمہ:** حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہدی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اگر ان کی مدت خلافت کم ہوئی تو سات برس ہوگی ورنہ آٹھ یا نو سال ہوگی وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح سے اس سے پہلے ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: «يكون في أمتي خليفة يحثو المال في الناس حثيا لا يعده عدا " ثم قال: والذي نفسي بيده ليعودن» [مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۴۰۳، ج۷ ص۳۱۶] ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مال لپ بھر بھر کر تقسیم کرے گا شمار نہیں کرے گا (یعنی سخاوت اور دریادلی کی بناء پر بغیر گنے کثرت سے لوگوں میں عطایا تقسیم کرے گا) اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کی قدرت میں میری جان ہے البتہ ضرور لوٹے گا (یعنی امر اسلام مضمحل ہو جانے کے بعد ان کے زمانہ میں پھر سے فروغ حاصل کرلے گا۔

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: "«يكون في أمتي المهدي، إن قصر فسبع وإلا فثمان وإلا فتسع، تنعم أمتي فيها نعمة لم ينعموا مثلها، يرسل السماء عليهم مدرارا، ولا تدخر الأرض شيئا من النبات، والمال كدوس، يقوم الرجل يقول: يا مهدي، أعطني، فيقول: خذ»" [مجمع الزوائد، رقم: ۱۲۴۱۰، ج۷ ص۳۱۷]
ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص مہدی ہوگا (اس کی مدت خلافت) اگر کم ہوئی تو سات سال ہوگی ورنہ آٹھ یا نو سال ہوگی میری امت اس کے زمانہ میں اس قدر خوش حال ہوگی کہ اتنی خوش حالی اسے کبھی نہ ملی ہوگی آسمان سے (حسب ضرورت) موسلادھار بارش ہوگی اور زمین اپنی تمام پیداوار کو اگا دے گی ایک شخص کھڑا ہوا مال کا سوال کرے گا تو مہدی کہیں گے (اپنی حسب خواہش خزانہ میں جاکر) خود لے لو۔

باب پنجم: ظہورِ مہدی اور بیعتِ مہدی کے لیے شرعی طریقہ کار: حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے کلام میں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُبَايِعُ لِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، كَعِدَّةِ أَهْلِ بَدْرٍ، فَيَأْتِيهِ عَصَبُ الْعِرَاقِ، وَأَبْدَالُ الشَّامِ، فَيَأْتِيهِمْ جَيْشٌ مِنَ الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ، ثُمَّ يَسِيرُ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيَهْزِمُهُمُ اللّٰهُ» قَالَ: " وَكَانَ يُقَالُ: إِنَّ الْخَائِبَ يَوْمَئِذٍ مَنْ خَابَ مِنْ غَنِيمَةِ كَلْبٍ " [المستدرک، رقم: ۸۳۲۸، ج۴ ص۴۷۸] ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے ایک شخص (مہدی) سے رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل بدر کی تعداد کے مثل (یعنی ۳۱۳) افراد بیعت خلافت کریں گے بعد ازاں اس خلیفہ کے پاس

عراق کے اولیاء اور شام کے ابدال آئیں گے، (بیعت خلافت کی خبر مشہور ہو جانے پر) اس خلیفہ سے جنگ کے لیے ایک لشکر شام سے روانہ ہوگا یہاں تک کہ یہ لشکر جب (مکہ مدینہ کے درمیان) بیداء میں پہنچے گا زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا، اس کے بعد ایک قریشی النسل جس کی ننہال کلب میں ہوگی (مراد سفیانی) چڑھائی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی شکست دے گا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا اس وقت کہا جائے گا آج کے دن وہ شخص خسارے میں رہا جو کلب کی غنیمت سے محروم رہا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، مَرْفُوعًا: «الْمَحْرُومُ منْ حُرِمَ غَنِيمَةَ كَلْبٍ وَلَوْ عِقَالًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتُبَاعُنَّ نِسَاءَهُمْ عَلَى دَرَجِ دِمَشْقَ، حَتَّى تُرَدَّ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسَرٍ يُوجَدُ بِسَاقِهَا» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ" [المستدرک، رقم: ۸۳۲۹، ج۴ص۴۷۸] ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محروم رہا اگرچہ ایک عقال ہی کیوں نہ ہو اس ذات پاک کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے بلاشبہ کلب کی عورتیں (بحیثیت لونڈی کے) دمشق کے راستوں میں فروخت کی جائیں گی یہاں تک کہ (ان میں سے) ایک عورت پنڈلی ٹوٹی ہونے کی بناپر واپس کر دی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص خلیفہ مہدی کے زیر قیادت سفیانی کے لشکر سے جس میں غالب اکثریت قبیلہ بنو کلب کے سپاہیوں کی ہوگی جنگ نہیں کرے گا اور ان کے مال کو بطور غنیمت حاصل نہیں کر سکے گا خواہ وہ مال مثل عقال کے معمولی قیمت ہی کا کیوں نہ ہو وہ دین و دنیا ہی کے اندر خسارہ میں رہے گا کہ جہاد کے ثواب سے بھی محروم رہا اور مال غنیمت بھی حاصل نہ کر سکا بعد ازاں نبی کریم ﷺ نے خلیفہ مہدی کی کامیابی کی بشارت سنائی کہ ان کا لشکر سفیانی کی فوج پر غالب ہوگا اور ان کی عورتوں کو جو غنیمت میں حاصل ہوں گی فروخت کرے گا۔

حدثنا عبد الله بن نمير، قال: حدثنا موسى الجهني، قال: حدثني عمر بن قيس الماصر، قال: حدثني مجاهد، قال: حدثني فلان رجل من أصحاب النبي ﷺ: أن المهدي لا يخرج حتى تقتل النفس الزكية: فإذا قتلت النفس الزكية غضب عليهم من في السماء ومن في الأرض فأتى الناس المهدي فزفوه كما تزف العروس إلى زوجها ليلة عرسها[1] وهو يملأ الأرض قسطا وعدلا. [مصنف ابی شیبہ، ج۷ ص۵۱۴، رقم: ۳۷۶۵۳] مسند

[1] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں سات علمائے کرام کا امام مہدی کو تلاش کر کے بیعت کا اصرار کرنا اور امام مہدی کا بیعت سے انکار کرنا وارد ہے اس حدیث میں اگر انکار کی وجہ کا بغور جائزہ لیا جائے اور امت مسلمہ کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انداز دیکھ لیں، تو اس سے اس انکار کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انصارِ مدینہ کے سامنے قریش کی امامت کا فیصلہ سنایا اور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بیان فرمایا کہ الائمۃ من قریش کہ امام قریش میں سے ہوگا اور اس کے بعد انعقاد بیعت کے لیے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا نام پیش کیا اور فرمایا: ان دونوں میں سے جس کی تم چاہو، بیعت کرو۔ یہاں علامہ ابن حجر نے یہ نکتہ اعتراض اٹھایا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو خود یہ بات معلوم تھی کہ میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا دوسرے صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر انہیں نماز کے لیے آگے کرنا اس کا بڑا قرینہ تھا تو پھر مفضول کو آگے کرنے کی کیا وجہ تھی؟

اس کا جواب خود دیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا تزکیہ کرنے اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے جمع کرنے میں حیا سب سے بڑی مانع تھی جب کہ اس بات کا یقین ضرور تھا کہ یہ دونوں میری موجودگی میں اپنے لیے بیعت نہیں لیں گے۔ کیونکہ اہل السنۃ کا فضیلتِ ابو بکر پر اتفاق ہے اور حضرت ابوعبیدہؓ سے حضرت عمرؓ کی افضیلت بھی مسلم تھی مگر ابو بکرؓ کا پہلی بار انکار سے مراد دست برداری یا اپنے آپ کو نااہل کرنا مقصود نہ تھا۔ جب کہ گذشتہ فصول میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امام مہدی عام طور پر لوگوں کو معلوم ہوں گے اور انہیں خود بھی اپنے بارے میں علم ہوگا

البزار، مسند ثوبانؓ، ج۱۰ص۱۰۰] ترجمہ: نفسِ ذکیہ [1] جب تک قتل نہیں ہوں گے اس وقت تک مہدی کا خروج نہیں ہو گا اور

تو پھر بیعت کے وقت آپ بیعت لینے سے کیوں انکار کریں گے اور علمائے کرام آپ کو کیوں بیعت پر مجبور کریں گے، تو اس کی کیا وجہ ہو گی؟ ایسے ہی امام مہدی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ سے مدینہ آتے جاتے ہوئے بیعت کو قبول نہیں کریں گے؟ ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے قرآن مجید میں سیدہ مریم علیہا السلام کا قصہ ملاحظہ کریں گے، تو حدیث میں امام مہدی کا بیعت سے انکار کی وجہ معلوم ہو جائے گی اس سے متعلق وہاں چند امور مذکور ہیں: ا۔ مریم علیہا السلام کو سالہا سال اپنے بیٹھک میں مختلف قسم کے غیر موسمی پھل اور میوے ملتے تھے چنانچہ زکریا علیہ السلام نے جب یہ نظارہ دیکھا تو بڑھاپے میں جوانی کی وہ دعائیں دوبارہ فرمانے لگیں جوان کی آرزو کا حاصل تھا کہ یااللہ! مجھ بے اولاد اور میری بانجھ بیوی پر بھی ایسے بے موسم میووں کی طرح اولاد کا رحم فرما، مگر جب فرشتہ بشارت لے کر آئی، تو پھر فرمانے لگے اس کی نشانی کیا ہو گی کہ میرا بیٹا ہو گا، گویا آپ علیہ السلام اس خبر کو فطری بشری تقاضے کے مطابق بعید تصور فرمارہے تھے جو کہ گویا ایک قسم کا خوشی کے مارے انکار ہے۔ ۲۔ چنانچہ مریم علیہا السلام اپنے خالو کا بیٹا اپنی بانجھ خالہ سے پیدا ہونے کا مشاہدہ کر چکی تھی اور برسوں بغیر موسم کے میوے کھانے والی کنواری سیدہ مریم علیہا السلام کو بچے کی خوشخبری ملی تو فوراً بیت سے ساری کرامات فطری بشری کمزوری کے ناطے بھول گئی اور کہا کہ مجھے تو انسان نے چھوا تک بھی نہیں، نہ زنا سرزد ہوئی اور نہ ہی مجھے نکاح کے ساتھ کسی مرد نے مس کیا، تو پھر ایسی حالت میں بچہ پیدا ہونے کے کیا معنٰی؟
حالانکہ جو ذات باری تعالیٰ بے موسم پھل اور میوے دے سکتا ہے، بانجھ عورت اور بوڑھے آدمی کو اولاد دے سکتا ہے تو وہ بغیر باپ کے بیٹا کیوں نہیں دے سکتا۔ ایسی ہی صورت حال امام مہدی کی بھی ہو گی کہ اپنے آپ کو جاننے کے باوجود بیعت سے انکار کریں گے۔ مگر یہ انکار اس وجہ سے نہیں ہو گا کہ اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے یا پھر ان کو اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا، بلکہ بیعت کا رعب، امت کی فکر اور وقتی حالات کی نزاکت، مسلمانوں کی افرا تفری اور بکھرے شیرازے کو متفق کرنا بشری طور پر بظاہر مشکل محسوس ہو گا، اس وجہ سے انکار کریں گے، جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور دیگر انصار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں خلافت کا حقدار قریش کو ٹھہرایا مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے علاوہ ان سے مرتبے میں کم یعنی حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائے تاکہ آپ کے ہاتھ پر لوگ بیعت خلافت کریں، لیکن اس سے مقصود ہرگز یہ نہیں کہ امت میں ان سے بڑا شخص اس عہدے کا قابل ہے یا پھر اس میں اہلیت نہیں یا پھر ان کو اپنے بارے میں خلافت کے حقدار ہونے کا علم نہیں۔ بلکہ عام طور پر کبھی کوئی مقتدا اور مقتدر شخصیت لوگوں کے سامنے اپنی فوقیت اور عہدے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا اچھا شمار نہیں کرتا۔ ایسے ہی حضرت ابو بکرؓ کی طرح امام مہدیؒ بھی انکار کریں گے، مگر اس سے یہ مراد لینا کہ ان کو اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا، یہ بات اس تناظر میں عقلاً و نقلاً درست معلوم نہیں ہوتی۔

[1] **نفسِ ذکیہ سے کیا مراد ہے؟** نفس لغت کے اعتبار سے اسم جنس ہے اور اس کا اطلاق واحد اور جمع سب پر ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید میں نفس ذکیہ سے مراد وہ بے گناہ جان ہے، جس کو ظلماً قتل کیا جائے، چنانچہ قرآن مجید میں سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر علیہما السلام کے قصے میں فرمایا: (حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا) یہاں نفسِ ذکیہ سے مراد ایک بے گناہ جان ہے اور علامات قیامت سے متعلق احادیث میں آخری زمانے میں امتِ مسلمہ کفری طاقتوں کا حملہ آور ہونا اور بے گناہ انسانوں کا قتل کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت ابو الطفیل سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ظہورِ مہدی کی نشانی نقل کرتے ہیں کہ جب لفظ اللہ بولنے کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کیا جائے گا، تو یہ ظہورِ مہدی کی نشانی ہو گی: اذا قال الرجل الله الله قتل [المستدرک، رقم:۸۶۵۹، ج۴ص۵۹۶] مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفسِ ذکیہ سے مراد ایک ہی شخص ہو گا، جس کے قتل کے بعد امام مہدی کا ظہور بہت جلد ہو گا۔ تاہم دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی اور اس کا ایک دوست جس کو بعض روایات میں منصور اور بعض میں مبیض کہا گیا ہے اس کو قتل کیا جائے گا اور امام مہدی کے اہلِ بیت اور

جب نفسِ ذکیہ قتل کر دیا جائے گا، تو آسمان اور زمین کی تمام مخلوق اس قتل پر غصہ ہوں گی۔اس کے بعد لوگ مہدی کے پاس خلافت کی قبولیت اور بیعت کے لیے اسی طرح منائیں گے، جس طرح نئی دلہن کو حجلہ عروسی کے لیے منایا جاتا ہے اور وہ زمین کے ظلم وجور کو اپنے عدل وانصاف سے بدل دیں گے۔

بیعت سے پہلے امام مہدی کے بارے میں علم: [1]

عن إبراهيم بن محمد ابن الحنفية، عن أبيه، عن علي، قال: قال رسول الله ﷺ: «المهدي منا أهل البيت، يصلحه الله في ليلة» [سنن ابن ماجہ، باب خروج المهدی، رقم: ۴۰۸۵، ج ۲ ص ۱۳۶۷] ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی ہم اہلِ بیت میں سے ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک رات میں ان کی اصلاح فرمادیں گے۔

حدیث یصلحہ اللہ فی لیلۃ کی تشریح حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی کے کلام میں:

بعض حدیثوں میں امام مہدی کے متعلق "**يصلحه الله في ليلة**" کا لفظ بھی ملتا ہے۔ جو ضابطہ حدیث کے اعتبار سے خواہ صحت کے درجہ پر نہ کہا جائے مگر ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب امام مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر ان کا تعارف عوام وخواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔اس لئے مصائب وآلام کے وقت ان کے ظہو کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اس لفظ نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان کے وہ باطنی تصرفات اور روحانیت مشیت الٰہیہ کے ماتحت اوجھل رکھی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آجائیں گی۔ گویا یہ بھی ایک کرشمہ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قدرت الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کر دے گی۔[2] جن کے بعد ان کا امام مہدی

رشتہ داروں کو گرفتار کیا جائے گا، تو اس دوران امام مہدی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت کے مطابق بھاگ کر پناہ لیں گے۔اور کچھ عرصہ امام مہدی کو بیعت پر مجبور کیا جائے گا، جیسا کہ اس روایت میں اسی نکتہ کو بیان کیا گیا ہے۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: ظہورِ مہدی اور عصر حاضر)

[1] بیعت سے پہلے امام مہدی کو اپنے بارے میں مہدی ہونے کا علم ہو گا یا نہیں؟اس بارے میں معاصر محققین کا اختلاف ہے جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ امام مہدی کو خود اپنے بارے میں اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم نہیں ہو گا، بلکہ اچانک ایک رات میں امام مہدی مہدویت کے مرتبے پر فائز ہوں گے، وہ حضرات سنن ابن ماجہ، مسند احمد اور دیگر کتب حدیث مذکورہ بالا اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ یصلحہ اللہ فی لیلۃ لہذا اس رات میں امام مہدی مہدویت کے مرتبے تک پہنچ جائیں گے،اس سے پہلے نہ خود مہدی کو اور نہ دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا۔ لیکن شارحینِ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا کہ بیعت سے پہلے امام مہدی کو اپنے بارے میں یا لوگوں کو ان کے بارے میں معرفت نہیں ہو گی۔ہاں البتہ شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ نے انجاح الحاجۃ میں اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے کہ امام مہدی کی بیعت اچانک ہو گی۔ باقی متقدمین شارحینِ حدیث نے یہ تشریح نہیں کی ہے۔تاہم یہ مسئلہ علمی اور محتمل خطاوصواب ہے۔

[2] **حدیث یصلحہ اللہ فی لیلۃ کے بارے میں شارحینِ حدیث کے اقوال:** ملا علی القاریؒ نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے (**أي: يصلح أمره "ويرفع قدره في ليلة واحدة أو في ساعة واحدة من الليل ؛ حيث يتفق على خلافته أهل الحل والعقد فيها"**) یعنی اللہ تعالیٰ امام مہدی کے لیے بیعت کا معاملہ آسان فرمادیں گے اور اس کی بیعت کے لیے اہلِ حل

وعقد کو متفق کردیں گے اور امام مہدی کی قدر وشان ایک رات میں یارات کے ایک حصے میں بلند فرمائیں گے۔[رقم: ۵۴۵۳،ج۸ص۳۴۳۹]
۲۔ محمد بن اسماعیل صنعانی، کا ٔسلافہ ٔمیرؒ لکھتے ہیں: "امام مہدی اپنے مخالفین پر ایک ہی رات میں غلبہ پاجائیں گے اور ان کی تقویت اور تائید ایک رات میں مکمل ہو جائے گی"۔[التنویر شرح الجامع الصغیر، رقم: ۹۲۲۲،ج۱۰ص۴۹۳] ۳۔ شیخ عباد سنن ابی داؤد کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امام مہدی میں صلاح ونیکی رکھیں گے، جو آپ لوگوں میں اشاعت دین کے لیے پھیلائیں گے اور ظلم وستم کا خاتمہ کرکے عدل وانصاف کا بول بالا کریں گے۔ تاہم یہ بات بعید نہیں کہ بعض مسلم دشمن لوگوں کو جب اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے کا ارادہ کرلیں، تو ایک ہی دن میں اسلام کی وقعت ان کے دل میں ڈال کر اس دشمنی کا رخ مسلمانوں کے بجائے کفار کی طرف کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کی اسلام سے پہلے مسلمانوں سے دشمنی اور اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کے مقابلے میں کفار سے بغض وعداوت۔[شرح سنن ابی داود للعباد، ج۴۵ص۴۸۱]
تبصرہ: قبولِ اسلام کے بعد حضرت عمرؓ کا مکی اور مدنی دور نبوت میں کامل اصلاح ہوئی، اسی لیے خلافت کے لیے عہدِ ابی بکرؓ کے بعد مقرر کیے گئے۔ اچانک ایک ہی رات میں خلافت کے لیے تیاری نہیں ہوئی، ایسے ہی امام مہدی کی اصلاح پیدائش سے شروع ہو چکی ہو گی، مگر اس کی تکمیل خلافت ملنے سے ایک رات پہلے ہو گی۔ ۴۔ محدث کبیر شیخ عبد الغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۹۶ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ یلهمہ للامارة والخلافة فجاءة وبغتة۔ یعنی امام مہدی کو ایک ہی رات میں امارت اور خلافت کے جملہ امور کا الہام اچانک کیا جائے گا۔[شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی وغیرہ، ج۱ص۳۰۰] اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدویات سے متعلق قائدانہ صلاحیت اور خلافت وامارت سے متعلق صفات اور صلاحیت اللہ تعالی ایک رات میں اچانک انہیں عطا فرمائیں گے۔ لیکن جب انبیائے کرام کو روبرو آہستہ آہستہ کئی مراحل سے گزارنے کے بعد اپنا منتخب بندہ بنایا جاتا ہے، تو انبیائے کرام سے کم مرتبے والے حضرات تو بطریقۂ اولیٰ اصلاح کے ان مراتب سے ضرور گزریں گے۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے سورج کا مغرب سے نکالنے کا مطالبہ کرکے دم بخود کرانا، ستارہ پرست اور سورج پرستوں کو مناظرہ میں ہرا کر، بعد میں بتوں کو توڑ کر نمرود کی جانب سے آگ میں ڈالا جانا اور زندہ نکل کر ہجرت کرنا اور پھر راستے میں بادشاہِ وقت کے ظلم کا نشانہ بننا اور بڑھاپے میں بیوی اور نومولود بیٹے کو لق دق صحرا میں چھوڑنا اور پھر چودہ سالہ بیٹے کی ذبح کا حکم ملنا اور ان تمام امتحانات میں کامیاب ہونا ہی درحقیقت (وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ) اور آیت مبارکہ (وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى) کی عملی تفسیر ثابت ہوئی اگرچہ آپ اولو العزم نبی ورسول تھے مگر تکمیل ان امتحانات کے بعد ہوئی۔ اسی طرح امام مہدی کا مرتبہ اگرچہ ابتداء سے حسنی حسینی فاطمی سادات میں اشرف اور اعظم ہو گا، مگر اس زمانے میں دین کا بس صرف نام کا رہ جانا اور آپ کا فتنوں سے دور رہتے ہوئے خراسان کا سفر، جیل کی زندگی، گھر بار اہل وعیال کا قید وبند کی مصیبتوں کا جھیلنا اور اس کے بعد امام مہدی کے انصار میں سے ہونے کے لیے کوششیں کرنا اگرچہ اخلاص اور للہیت شمار ہو گی، لیکن دنیا بھر کے علمائے کرام کی جانب سے امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت اور پھر حکمت وبصیرت کے ساتھ طائف کے پہاڑوں میں جاکر خسف کا انتظار کرنا اور اس کے بعد جزیرۃ العرب کی فتح ہونا آپ کی جانب لوگوں کا ایک رات میں رجحان ہو جانا شاید یصلحہ اللہ فی لیلۃ کی عملی تفسیر ہو گی جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی۔

ایسے ہی موسی علیہ السلام کا سخت زمانے میں پیدا ہونا، بچپن میں دریا برد ہو کر نجات پانا، درِ فرعون میں پرورش اور اپنی والدہ کے دودھ سے تربیت کے بعد مظلوموں کی مدد میں جلاوطنی اور وہاں عظیم پیغمبروں کی اولاد میں خدمت کی زندگی گزار کر واپسی میں کوہِ طور سے نبوت ورسالت اور پھر فرعون کا مقابلہ کرکے کامیاب ہونا آہستہ آہستہ کئی سالوں میں پورا ہوا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَى قَدَرٍ يَا مُوسَى وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي) یعنی مختلف آزمائشوں کی زندگی گزارنے کے بعد اہل مدین میں

خدمت کے بعد ایک مقررہ اندازے کے مطابق ہم آپ کو لے آئے اور اس کے بعد آپ کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کر دیا۔ ایسے ہی امام مہدی کو بھی کئی آزمائشوں کے بعد خلافت وامارت کا الہام فرما کر انہیں امت کے اس عظیم منصب کے لیے منتخب فرمائیں گے۔

تبصرہ: پورے ذخیرۂ احادیث میں صرف ایک حدیث "يصلحه الله في ليلة" کی تشریح میں ایک محدث کے قول (فجأءة و بغتة) سے یہ مطلب اخذ کرنا کہ امام مہدی کو نہ تو خود اپنے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں ہو گا، بلکہ اچانک ایک رات میں اللہ تعالیٰ انہیں خلافت وامارت کے لیے تیار فرمائیں گے۔ یہ تشریح نہ محدثِ کبیر عبدالغنی دہلوی رحمہ اللہ نے کی ہے اور نہ ہی ان سے پہلے کسی اور محدث سے ہمیں ملی۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ بعینہ علامہؒ کا بعینہ یہی غرض ہے، تو مسلم ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ یہ تشریح اس حدیث کے سیاق وسباق کے بھی مخالف معلوم ہوتی ہے اور قرآن وسنت کے دیگر نصوص اور کئی دلائل کے تناظر میں بھی درست نہیں۔

لہذا احادیث میں امام مہدی کی صفات کو بیان کرنے کے بعد یہ کہنا کہ امام مہدی کو خود اپنے بارے میں علم نہیں ہو گا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو ان کے مہدی ہونے کے بارے میں علم ہو گا، یہ بات درست نہیں ہے بلکہ موجودہ دور میں ہمیں امام مہدی کے زمانے میں وقوع پذیر علامات سے متعلق احادیث کو اپنے زمانے پر منطبق کرنا اور ان دونوں زمانوں کو یکساں پاتے ہوئے امام مہدی کی تلاش سے پہلے آخری زمانے کے فتنوں سے متعلق علوم میں مہارت رکھنے والے علمائے کرام کے ہاتھ پر زندگی اور موت کی بیعت کرنا اور پھر لوگوں میں اس موضوع کو پھیلا کر امام مہدی کے موضوع کی طرف دعوت دینا، امام مہدی کی نصرت کرنا اور امام مہدی کی بیعت کا شرف حاصل کرنے والے تین سو تیرہ ۳۱۳ افراد میں شامل ہونے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر کے امام مہدی کا انتظار کرنا اور بیعت کا شرف حاصل ہونے کے بعد جینا اور مرنا امام مہدی کے نام کرنا اصل مقصودِ حیات اور اسلام کا پیغام ہے۔

۵۔ علامہ ابن کثیرؒ نے "النہایۃ فی الفتن والملاحم" میں يصلحه الله في ليلة کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امام مہدی کو اپنی توفیقِ خاص، خلافت وامامت کی تفہیم اور رشد وہدایت کی اعلیٰ ترین منازل کی طرف ایک رات میں رہنمائی فرمائیں گے، جب کہ اس سے پہلے آپ اس مرتبے پر فائز نہیں ہوں گے۔ [ج ا ص ۵۵]

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ ایک رات میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی مغفرت فرما کر انہیں خلافت وامارت کے اسباب مہیا کر کے ان کے دل میں ایک ایسے طریقے کا الہام فرمائیں گے، جو پہلے سے ان کے دل میں نہیں ہو گا۔ ۶۔ اس کتاب کے محقق محمد احمد عبدالعزیز نے علامہ ابن کثیرؒ کی اس تحقیق پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ امام مہدی توفیقِ الٰہی اور تفہیمِ ربانی سے خالی ہوں، پھر ایک ہی رات میں یہ سب کے سب اوصاف آپ میں آ جائیں اور جب صبح اٹھیں، تو اس سب صفات کے مرقع ہو کر امت کے نگہبان بن کر قیادت کی بھاگ دوڑ سنبھالیں اور مسلمانوں کے نجات دہندہ ثابت ہوں۔ [النہایۃ فی الفتن والملاحم، ج ا ص ۵۰] ۷۔ علامہ تویجریؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے کچھ بعید نہیں، کہ جب کسی کو ایک کام کے لیے مختص کر دے، تو جب چاہے اس بندے میں وہ صلاحیت پیدا فرما دے۔ [اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن والملاحم، ج ۲ ص ۲۷۷]

۸۔ علامہ البانیؒ سے حدیث یصلحہ اللہ فی لیلۃ کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: نفسانی اعتبار سے امام مہدی پہلے سے تیار ہوں گے۔ لیکن عام طور پر بڑی اولوالعزم شخصیات کو جب فساد عام ہوتا ہوا نظر آئے، تو یکسو ہو کر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ایک رات میں اصلاح فرماتے ہیں، جیسا کہ بغیر تشبیہ کے ہم کہتے ہیں کہ جیسے نبی کریم ﷺ دورِ جاہلیت میں کفار سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے غار میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے، یہاں تک جبرئیلؑ آئے اور وحی لے آئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ لوگوں کو اللہ

ہونا ایک نابینا پر بھی منکشف ہو جائے گا۔ دیکھئے کہ دجال کا خروج احادیث صحیحہ سے کیسا ثابت ہے۔ لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت اس کے خروج سے پہلے پہلے کتنی مخفی ہے اور جب کہ یہ داستان دور فتن کی ہے تو اب امام مہدی کے ظہور اور دجال کے وجود میں انکشاف کا مطالبہ کرنا یا اس بحث میں پڑنا یہ مستقل خود ایک فتنہ ہے۔

اس قسم کے عجائبات کی مثالیں شریعت میں بہت ملتی ہیں۔ یوم جمعہ میں ساعت محمودہ کا ہونا تو یقینی ہے مگر وہ بھی اختلافات کے جھرمٹ میں ایسی مبہم ہو کر رہ گئی ہے کہ اس کا متعین کرنا اہل علم کو بھی مشکل پڑ گیا ہے۔ یہی حال شب قدر میں ہے اور اس سے زیادہ ابہام دور فتن کی احادیث میں نظر آتا ہے۔ غالباً یہ بھی مشیت الٰہیہ کا ایک سر ہے کہ فتنہ اپنے وقت پر ظاہر ہو پھر اس کا متعین کرنا مشکل ہو جائے۔ دجال کی حدیثوں میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں دجالیت کا ثبوت واضح سے واضح صورت میں موجود ہوگا۔ لیکن اس پر بھی ایک جماعت ہوگی جو اس کو خدا اور رسول ماننے پر مجبور ہوگی۔ کیونکہ اس کے ہمراہ دجالیت کے ثبوت کے ساتھ ساتھ ایسے شبہات کی دنیا ہوگی۔ جن کا ظہور اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ گو شبہات کسی کے دعوے کے ثبوت کے لئے کتنے ہی ناکافی ہوں مگر اس وقت کے ایمانوں کو متزلزل کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ظہور کے لئے قدرت الٰہیہ نے وہ زمانہ مقرر فرمایا ہے جب کہ ایمانوں کی قوت مسلوب ہو چکی ہوگی اور یہی راز ہے کہ اس کا ظہور خیر القرون میں نہ ہو سکا اور نہ اولیاء کرام کی کثرت کے ساتھ موجودگی میں ہو سکتا ہے۔ ہاں! مسلمانوں کے ایسے دور میں ہوگا جب کہ وہ بھیڑوں کی شکل میں مارے مارے پھرتے ہوں گے اور یہی حقیقت ہے کہ دنیا کے جس گوشہ میں ایمان کے پختہ لوگ بستے ہیں وہاں جناتی اثرات کا ظہور بہت مضمحل نظر آتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے کلام میں امام مہدی کی تلاش اور ان سے بیعت کرنا:

عیسائی ملکِ شام پر قبضہ کر لیں گے، اور آپس میں ان دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائے گی،[1] باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے

تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ تاہم یہ بات واضح رہے کہ کوئی بھی مصلح اس وقت تک کمال کو نہیں پہنچ سکتا، جب تک نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشابہت اختیار نہیں کر لے، لہذا امام مہدی بھی اسی مرحلے سے گزریں گے۔ ایک رات میں اصلاح سے مراد یہ ہر گز نہیں، کہ پہلے فاسق تھے پھر ایک ہی رات میں نیک صالح بن گئے۔ اور نہ ہی یہ معنی مراد ہے کہ پہلے جاہل ہوں گے اور ایک ہی رات میں امت کی قیادت کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ [سوالات الحلبي لشيخه الألباني، ج۱ص۱۵۶]

[1] یہی مضمون متعدد احادیث میں مروی ہے: **عن محمد بن بشر بن هشام، عن ابن المسيب، قال: "تكون فتنة بالشام، كأن أولها لعب الصبيان، ثم لا يستقيم أمر الناس على شيء، ولا تكون لهم جماعة حتى ينادي مناد من السماء: عليكم بفلان"** ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ شام میں ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا، جس کی ابتداء بچوں کے کھیل کود سے ہوگی، پھر لوگ کسی ایک معاملہ جمع پر نہیں ہو سکیں گے اور نہ ان کی باقاعدہ جماعت بن سکے گی، یہاں تک کہ آسمان سے ایک آواز لگانے والے آواز لگائے گا، تم فلاں کے پاس جاؤ۔ کتاب الفتن، رقم: ۹۷۷، ص۳۳۸۔ **«إذا خرج الترك على أصحاب الرايات السود فقاتلوهم، لم تجف براذع دوابهم حتى يخرج أهل المغرب»** کتاب الفتن، رقم: ۷۴۷، ج۱ص۲۶۳۔ **عن عمار بن ياسر، رضي الله عنه قال: «علامة المهدي إذا انساب عليكم الترك، ومات خليفتكم الذي يجمع الأموال، ويستخلف بعده ضعيف فيخلع بعد سنتين من بيعته.** کتاب الفتن، رقم: ۹۶۳، ج۱ص۳۳۴۔

آئیں گے، عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ سے قریب ہے) پھیل جائے گی اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہیے، تاکہ ان کے ذریعے سے یہ مصیبتیں دور ہوں اور دشمن کے پنجے سے نجات ملے۔[1]
حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے، مگر اس ڈر سے کہ مبادا مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں، مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ اس زمانے کے اولیائے کرام اور ابدالِ عظام آپ کو تلاش کریں گے۔ بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کریں گے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی، اور آپ کو مجبور کرکے آپ سے بیعت کرلے گی۔ اس واقعے کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہِ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا۔ اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی: هذا خليفة الله المهدي فاستمعوا له وأطيعوا اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے۔[2] بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔[1] خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی

ملک شام میں روسی اور امریکی افواج اتفاق: تبوک، لبنان، فلسطین، اردن اور موجودہ سوریہ عہد نبوی میں شام کہلاتا تھا۔ ۲۰۱۱ کے بعد سے اب تک لبنان، سوریہ اور فلسطین پر عیسائیوں اور یہودیوں کا قبضہ ہوچکا ہے۔ جب کہ ترک (یعنی (روسی) عیسائیوں اور یورپی عیسائیوں کا دمشق اور سوریہ کے بارے میں مکمل اتفاق ہوچکا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث میں سیاہ جھنڈوں کے خلاف ترک کی لڑائی اور مغربی افواج کے نکلنے کا بھی تذکرہ ہے۔ اور تبوک میں ۱۹۹۰ سے امریکی کا فواج کے اڈے موجود ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[1] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت میں یہ تفصیل مذکور ہے: عن عبد الله بن مسعود، رضي الله عنه قال: (إذا انقطعت التجارات والطرق، وكثرت الفتن، وخرج سبعة علماء من آفاق شتى على غير ميعاد، يبايع لكل رجل منهم ثلاثمائة وبضعة عشر رجلاً، حتى يجتمعوا بمكة، فيقول بعضهم لبعض: ما جاء بكم؟ فيقولون: جئنا في طلب هذا الرجل الذي ينبغي أن تهدا على يديه هذه الفتن، وتفتح له القسطنطينية، قد عرفناه باسمه واسم أبيه وأمه وحليته...) أخرجه نعيم ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب تجارتیں اور راستے بند ہو جائیں گے۔ تو سات (۷) علمائے کرام غیر متعینہ وقت پر دنیا بھر کے مختلف اطراف سے نکلیں گے، ان میں سے ہر عالم کے ساتھ ۳۱۳ لوگ نکلیں گے اور مکہ مکرمہ میں جمع ہو جائیں گے اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ تو سب کہیں گے کہ اس آدمی کی تلاش میں آئے ہیں، جس کے ہاتھ پر یہ فتنے ختم ہو جائیں اور قسطنطنیہ فتح ہو جائے، اس کو ہم اس کے نام، باپ اور ماں کے نام اور سیرت وصورت وغیرہ کو جانتے ہیں۔

[2] عن شهر بن حوشب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (في المحرم ينادي مناد من السماء ألا إن صفوة الله من خلقه فلانٌ فاسمعوا له وأطيعوا في سنة الصوت والمعمعة) **ترجمہ**: حضرت شہر بن حوشبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ محرم میں ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا، کہ خبردار! مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا بہترین شخص فلاں ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ یہ آواز جنگ وجدال اور آوازوں والے سال میں ہوگی۔

وقال علي بن أبي طالب: (إذا نادى مناد من السماء، إن الحق في آل محمد، فعند ذلك يظهر المهدي على أفواه الناس، ويُشربون ذكره، (ويشربون حبه) فلا يكون لهم ذكرٌ غيره). أخرجه الإمام أبو الحسين أحمد بن جعفر بن المنادي، في كتاب الملاحم، وأخرجه الحافظ أبو القاسم الطبراني، في معجمه، والحافظ أبو نعيم الأصبهاني، في مناقب

المهدي. ونعيم بن حماد في الفتن. حضرت علیؓ نے فرمایا: کہ جب آسمان سے ایک منادی آواز لگائے گا، کہ حقِ حکمرانی آلِ محمد کو ہے، تو اس وقت لوگوں کی زبانوں پر امام مہدی کا تذکرہ کثرت سے ہوگا اور اس کی محبت دلوں میں پانی اور خون کی طرح رچ بس جائے گی اور اس کے علاوہ کوئی تذکرہ باقی نہیں رہے گا۔

تشریح: ا۔اس فتنے کا اختتام ایک آسمانی صدا سے ہوگا، جس میں آواز لگانے والا کسی امیر برحق کا نام لے کر لوگوں کو اس کی اطاعت کی طرف دعوت دے گا۔اس نداءِ غیبی کا ظہورِ مہدی سے پہلے اور بعد میں مختلف اوقات سے متعلق متعدد روایات اور آثار میں تذکرہ موجود ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے سنائی دینے والی یہ آواز مختلف مواقع میں کی جائے گی، تاہم اب سوال یہ ہے کہ عام لوگ اس آواز کو سنیں گے یا نہیں؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں آسمان اور زمین سے دو مختلف آوازیں ایک دوسرے کے مخالف سننے کا تذکرہ ملتا ہے۔ ۲۔روایات میں تطبیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام مہدی علیہ الرضوان کے ساتھیوں کی تعداد ابتداء میں کم ہونے کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ ابتدائے محرم کو یہ آواز چند مخصوص لوگ سنیں گے، جب کہ بعد میں دوسری آواز شامی اہلِ حق سنیں گے، اور تیسری بار جو منیٰ کے بارے میں آئی ہے، تو اسے عام اہل بصیرت اور مضبوط اہلِ ایمان بھی اپنی صفائی قلب تقویٰ وطہارت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق کے بقدر سن پائیں گے۔عام مسلمانوں کو یہ آواز سنائی نہیں دے گی، اس وجہ سے چند روایات جزیرۃ العرب سے نکلتے وقت کی تعداد بارہ سے پندرہ ہزار کے لگ بھگ ذکر کی گئی ہے، جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے انسان یہ آواز نہیں سنیں گے، چند خاص مقرب لوگ اس آواز کو سنیں گے، جب کہ بعض دیگر لوگ امام مہدی علیہ الرضوان کی برکات اپنے قربِ الٰہی کی وجہ سے محسوس کریں گے۔ ۳۔لیکن دیگر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان سے یہ آواز نکلنے کے بعد تمام اہل زبان اپنی اپنی زبان میں اس کو سن پائیں گے، جیسا کہ فرمایا: **عن عمار رضي الله: النداء عند قتل النفس الذكية، قال فی عقد الدرر: وهذا النداء يعم أهل الأرض، ويسمعه كل أهل لغة بلغتهم** [الاشاعہ لأشراط الساعۃ، ص۲۲۵] **ترجمہ:** حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ نفسِ ذکیہ کے قتل کے وقت آسمان سے ایک آواز سنائی دے گی۔ عقد الدرر میں فرمایا کہ یہ آواز پوری روئے زمین کو عام ہوگی، جس کو ہر اہلِ زبان اپنی زبان میں سنیں گے۔اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی کے زمانے میں آسمان میں کچھ ایسا نظام ہوگا، جس سے ہر انسان کے پاس امام مہدی علیہ الرضوان اور دیگر متعلقہ نئی آنے والی خبریں پہنچتی رہیں گی، جو ہر علاقے کے مطابق باقاعدہ ترجمہ شدہ صورت میں ہوگی۔ شاید (واللہ أعلم) اگر معاصر دور "ظہورِ مہدی" کا ہو، تو اس صورت میں دنیا بھر کے لوگوں کو انٹرنیٹ کے ذریعے یہ سہولت اپنی اپنی زبانوں کے مطابق باقاعدہ طور پر اکثر ممالک میں مہیا ہے۔

احادیث مبارکہ میں ان آوازوں سے مراد؟: ہر علاقے کی مقامی زبان میں سنائی دینے والی آواز سے مراد ہمارے زمانے میں سٹیلائٹ سسٹم ہو سکتا ہے، معاصر میڈیا میں لوگ اپنے مافی الضمیر کا اظہار سوشل میڈیا کے ذریعے سے بھی کرتے ہیں، لشکرِ امام مہدی کے متوسلین ہر میدان میں امام مہدی کا تعارف نام، ولدیت، وطن، جائے ہجرت اور دوسری معلومات خواہشمند حضرات کے سامنے پیش کریں گے۔

ان آوازوں کے برعکس مہدی مخالف ردِ عمل: مہدی مخالف تنظیمیں، فرعونی طاقتیں اور جزیرۃ العرب کے ظالم حکمران، لوگوں کے اذہان سے امام مہدی کی شخصیت، اہل بیت کی اہمیت اور ان کے زمانے سے متعلق غلط افواہوں کو عام کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کریں گے کہ عوام شکوک وشبہات کا شکار ہوں اور اس اُبھرتی ہوئی خلافتِ راشدہ کے نقشے اور اسلامی نظام کے سرخیل امام مہدی کا نام صفحۂ ہستی سے مٹادیں اور اس ضمن میں امام مہدی کے خاندان کو ظلم وستم کا نشانہ بھی بنائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان مخالف آوازوں اور امام مہدی کے اہل وعیال اور خاندان پر ان مظالم کو امام مہدی کی نصرت وتائید کا ذریعہ بنادیں گے۔

آسمانی آوازیں اور عصر حاضر: امام مہدی کی تائید کرنے والے لوگ اور ان کی نصرت کے لیے پرعزم، مغیبات پر ایمان ویقین رکھنے والے جب یہ

آوازیں سنیں گے تو یہ لوگ ان حق آوازوں کا ساتھ دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں گے کہ اللہ امام مہدی کے لشکر میں ان کو شامل کریں۔ تاہم یہ آوازیں امام مہدی کی شخصیت، علامات زمانیہ، مکانیہ، سیاسیہ و شرعیہ کے بارے میں احادیث سننے، تلاش کرنے اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے ایک موقع مہیا کر کے لوگوں کو ان کی نصرت و مدد کے لیے مستعد رکھنے کی ایک کوشش ہو گی۔

ظہورِ مہدی اور آسمانی آوازیں احادیث مبارکہ کے تناظر میں: ظہورِ مہدی سے پہلے کئی آوازیں سنائی دیں گی، بعض آوازیں بیعتِ مہدی سے پہلے آئیں گی، بعض آوازیں بیعت کے دن اور بعض آوازیں بیعت کے بعد آئیں گی، ان تمام احادیث مبارکہ میں امام مہدی کا نام، ولدیت اور تعارف کی آوازوں کا جو تذکرہ سامنے آیا۔ ان احادیث کے متعدد طرق اور کئی صحابہؓ و تابعینؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ احادیث مختلف اقسام، متعدد انواع اور متفرق صورتوں کو شامل ہیں۔

یہ احادیث مندرجہ ذیل ہیں: ا۔ سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ شام میں بچوں کے ہاتھوں سے ایک جنگ شروع ہو جائے گی، جو ایک نہ ختم ہونے والے فتنے کی شکل اختیار کرے گی، جیسے ہی ایک جانب سے یہ فتنہ ختم ہو گا تو دوسری جانب سے شروع ہو جائے گا، لوگ اس فتنے سے نکلنے کی کوشش کریں گے، مگر ان کی یہ کوشش ناکام ہو گی، یہاں تک کہ آسمان سے ایک آواز سنائی دے گا، خبر دار! تمہارا امیر فلاں شخص ہے۔ اور ابن المسیب نے دونوں ہاتھ کھولتے ہوئے اشارہ کیا کہ یہی امیر یعنی امام مہدی برحق امیر ہو گا یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ ۲۔ دوسری روایت بھی ابن المسیبؒ سے مروی ہے کہ جب آسمان سے آواز لگانے والا آواز لگائے گا کہ حقِ خلافت آلِ محمد یعنی اہل بیت کو ہے، اس دوران امام مہدی کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر عام ہو جائے گا اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں ان تذکروں کی برکت سے امام مہدی کی محبت مکمل گھر کر جائے گی حتیٰ کہ بعض لوگوں کے دلوں سے ان کے علاوہ دوسرے تذکرے ہی غائب ہو جائیں گے۔

۳۔ حضرت سعیدؒ امام جعفرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آسمان سے ایک منادی آواز لگائے گا کہ حقِ خلافت آلِ محمد کا ہے اور زمین سے ایک اور منادی آواز لگائے گا کہ حقِ خلافت آلِ عیسی یا آلِ عباس کا ہے۔ راوی کو شک ہے کہ آل عیسیٰ کہا ہے یا آلِ عباس کہا ہے۔ نیچے والی آواز شیطان کی ہو گی، تاکہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈال کر شک میں مبتلا کر دے، جب کہ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کو ظلماً قتل کیا گیا تاکہ ظلم و ستم سے لوگ حیران و پریشان ہوں، اور اس طرح دلوں شکوک و شبہات میں ڈال دیں۔ ان روایت کے تناظر میں اگر آلِ سعود کے ظلم و ستم کو دیکھا جائے تو یہ امور ان پر صادق آسکتی ہیں۔ جہاں تک زمین کی آواز تو احادیث میں مختلف قسم کی آوازیں ہیں، جس طرح غزوۂ اُحد میں نبی کریم ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی، تو یہاں بھی شیطان امام مہدی کے بارے میں مختلف آوازیں مشہور کرے گا کہ امام مہدی قتل ہو گئے یا امام مہدی نہیں آئیں گے، جب کہ دیگر روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ آوازیں اس لیے عام ہوں گی، کہ امام مہدی کے مخالفین کی کاروائی جاری ہوں اور ان کے سامنے کوئی رکاوٹ یا حائل نہ ہوں، جب کہ امام مہدی کے انصار کے دلوں میں نصرتِ مہدی سے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ظہورِ مہدی کے زمانے میں قتل و قتال کو روکنے کے لیے جو آوازیں آئیں گی ان سے مراد یہ ہو گا کہ قتل قتال حکومت اور سلطنت کے لیے ہوتا ہے اور متفقہ طور پر حکومت اور سلطنت اب فلاں بن فلاں کے لیے ہے، تو اب کیوں قتال کیا جا رہا ہے؟ ایسے ہی جزیرۃ العرب میں شاہی خاندان کے تین افراد کا بادشاہت پر قتال کے روکنے کے لیے آوازیں ہوں گی، ایسے ہی کعبہ میں قبائل کے تنازعے اور دنیا بھر میں ظہورِ مہدی کے سال آپس کی لڑائیوں کا تذکرہ احادیث میں مذکور ہیں۔ ایسے ہی بعض روایات میں ان آوازوں کے درمیان فرق مذکور ہے کہ بعض آوازیں رمضان کے مہینے میں ہوں گی اور بعض رجب کے مہینے میں، جب کہ بعض آوازیں حج کے دوران، محرم کے مہینے میں، جب کہ بعض نفسِ ذکیہ کے قتل کے بعد کی آوازوں کا تذکرہ بھی منقول ہے۔

گذشتہ کلام سے چند باتیں معلوم ہوئیں: ا۔ سرزمینِ شام میں امام مہدی کے کئی مخالفین ہوں گے، جن میں ایک اصہب نامی شخص سفیانی کا کردار

ادا کرے گا، جو ظلم و ستم کی ایک طویل داستان رقم کرے گا۔ ۲۔ امام مہدی کی موافقت اور مخالفت کے بارے میں مختلف آوازیں ہوں گے، جن کے بعد امام مہدی کی آمد میں شاید زیادہ عرصہ نہ لگے گا۔ ان میں بعض آواز اہل کشف سنیں گے اور بعض آوازیں جنگوں اور دھماکوں کی ہوگی، جن کو سارے لوگ سنیں گے، ان کے علاوہ بعض آوازیں سٹیلائٹ کی بھی ممکن ہیں، جن کو ساری دنیا کے لوگ اپنی اپنی زبانوں میں سنیں گے ان میں بعض امام مہدی کے موافقین ہوں گے اور بعض ان کے مخالفین ہوں گے۔

[1] **امام مہدی کی عمر کے بارے میں تحقیق:** قال حذيفة فقال عمران بن الحصين الخزاعي: يا رسول الله، كيف لنا بهذا، حتى نعرفه؟ قال: "هو رجل من ولدي، كأنه من رجال بني إسرائيل عليه عباءتان قطوانيتان، كأن وجهه الكوكب الدري في اللون، في خده الأيمن خال أسود، ابن أربعين سنة ". أخرجه الإمام أبو عمرو عثمان بن سعيد المقري، في سننه.

بیعت کے وقت امام مہدی کی عمر: متعدد روایات میں امام مہدی کی عمر کے بارے میں مختلف تعداد آئی ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی نو عمر، جوان اور کم عمر ہوں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ امام مہدی کی عمر ۳۳ سال ہو گی۔ بعض روایات میں امام مہدی کی عمر تیس (۳۰) سے چالیس (۴۰) سال تک آئی ہے۔ جب کہ بعض احادیث میں امام مہدی کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال آئی ہے۔ اور بعض آثار میں چالیس (۴۰) سال اور بعض میں "ابن الأربعين" کا ذکر ہے۔ ایسے ہی بعض روایات میں اکیاون (۵۱) سال کا ذکر بھی موجود ہے۔ تاہم قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کے مجموعے کو سامنے رکھ کر ان تمام روایات میں تطبیق، ترجیح اور تحقیق ذکر کی جائے گی:

پہلی روایت: قال ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما «إِنِّي لَأَرْجُو أَلَّا تَذْهَبَ الْأَيَّامُ وَاللَّيَالِي حَتَّى يَبْعَثَ اللهُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ غُلَامًا شَابًّا حَدَثًا (فَتَى) لَمْ تَلْبَسْهُ الْفِتَنُ وَلَمْ يَلْبَسْهَا يُقِيمُ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ. كَمَا فَتَحَ اللهُ هَذَا الْأَمْرَ بِنَا فَأَرْجُو أَنْ يَخْتِمَهُ اللهُ بِنَا» قيل: أَعَجَزَتْ عَنْهُ شُيُوخُكُمْ تَرْجُوهُ لِشَبَابِكُمْ؟. قَالَ: « إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ » وهو عند الداني في السنن الواردة في الفتن برقم (559). وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (37641). وأحمد بن حنبل في فضائل الصحابة برقم (1890). ونعيم بن حماد في الفتن برقم (1086). ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھے امید ہے کہ دن ورات کی یہ کشمکش اس وقت تک ختم نہ ہو گی، جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اہلِ بیت میں سے ایک جوان، نو عمر لڑکا نہ بھیج دیں، جس کو نہ تو فتنے لاحق ہو چکے ہوں گے اور نہ ہی وہ فتنوں میں کبھی گرا ہوا ہو گا۔ وہ اس امت کا معاملہ اسی طرح سیدھا کریں گے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے یعنی نبی کریم ﷺ کے ذریعے استوار کیا تھا، مجھے اللہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کا خاتمہ بھی اس طرح فرمائیں گے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کے ادھیڑ عمر اور شیوخ اس مرتبے کو حاصل کرنے سے عاجز ہو چکے ہوں گے کہ آپ اس کو نوجوانوں کے لیے ارشاد فرما رہے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہے وہی کرتے ہیں۔

تشریح: اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ نے امام مہدی کی چار صفات بیان کی ہیں: ۱۔ شاب: وہ نوجوان ہو گا۔ ۲۔ غلام: وہ لڑکا ہو گا۔ ۳۔ حدث: نوخیز ہو گا۔ ۴۔ فتی: نو عمر ہو گا۔ مذکورہ بالا تمام صفات امام مہدی کے عمر کی نو عمری اور بچپن پر دلالت کرتی ہے، مگر "شباب" کا دورانیہ بلوغت سے تیس (۳۰) سال کی عمر تک ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عباسؓ نے "شباب" سے ابتدائی زمانہ مراد لیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الأثیر لکھتے ہیں: (وحداثَةُ السِّنِّ: كِنَايَةٌ عن الشَّبَابِ وأَوَّلِ العُمُرِ) حداثۃ السن یہ شباب اور ابتدائی جوانی سے کنایہ ہوتا ہے۔ [النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، ج ۱ ص ۳۵۱۔ تاج العروس، ج ۵ ص ۲۰۶] اس تناظر میں امام مہدی کی عمر پندرہ (۱۵) سے لے کر سترہ (۱۷) سال تک ہو گی۔ **دوسری روایت:** عن علي رضي الله عنه في صفة المهدي أنه (شاب) [عقد الدرر للسلمی الشافعی، ص ۱۰۸] ترجمہ: حضرت علیؓ سے امام مہدی کی صفات کے بارے میں روایت ہے کہ وہ شاب یعنی جوان ہو گا۔ **تیسری روایت:** عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ «يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ سَنَةً» [کتاب الفتن لنعیم بن حماد، رقم: ۱۰۶۷] **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن الحارثؓ سے روایت ہے کہ امام مہدی نکلیں گے اور اس کی عمر چالیس کی دہائی میں ہو گی۔ **چوتھی روایت:** (قيل : يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ إِمَامُ النَّاسِ

يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «مِنْ وُلْدِي أَرْبَعِينَ سَنَةً»[المعجم الکبیر، رقم:۴۹۵۷] ترجمہ: پوچھا گیا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام کون ہوگا، تو انہوں نے جواب دیا کہ میری اولاد میں سے چالیس سالہ آدمی ہوگا۔ **پانچویں روایت:** قال عَلِيّ « يَلِي الْمَهْدِيُّ أَمْرَ النَّاسِ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً»[کتاب الفتن لنعیم بن حماد، رقم:۱۱۳۳] ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ امام مہدی کو لوگوں کے امور ملیں گے، جب ان کی عمر تیس (۳۰) سے چالیس (۴۰) تک ہوگی۔ **تشریح:** مذکورہ بالا ان دو روایتوں میں امام مہدی کی عمر چالیس (۴۰) سال بیان کی گئی ہے، جب ایک روایت میں تیس (۳۰) سے لے کر چالیس (۴۰) سال تک عمر ذکر کی گئی ہے۔ ان دونوں روایات کے معنٰی سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں: ۱۔ چالیس سال سے کم امام مہدی کو خلافت نہیں ملے گی۔ ۲۔ امام مہدی عملی طور پر امت کا فکر تیس (۳۰) سالہ عمر کے بعد کریں گے۔ ۳۔ امام مہدی بیعت سے پہلے بھی امامت کے مرتبے پر فائز ہوں گے، اگرچہ باقاعدہ طور پر ان کا بیعتِ خلافت نہ ہو چکا ہوگا، کیونکہ اس زمانے میں پوری دنیا طوائف الملوکی کا شکار ہوگی اور کسی ایک امیر میں بھی عملی طور پر امام مہدی کے مقابلے میں مطلوبہ صفات موجود نہیں ہوں گے۔ ۴۔ تاہم دیگر روایات کے تناظر میں معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی بیعت سے پہلے ایک دوسرے نام سے شہرت پائیں گے، ممکن ہے اس زمانے میں ان کی عمر چالیس سے کم ہو، جیسا کہ بعض روایات میں تیس سال وغیرہ آئی ہے، لیکن باقاعدہ بیعت کے وقت عمر چالیس سے کم نہ ہوگی، اگرچہ زیادہ ہو سکتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً) اس آیت مبارکہ میں عقل کی قوت اور مضبوطی کو چالیس تک بیان کی گئی، اسی وجہ سے عام طور پر انبیائے کرام علیہم السلام کی عمر چالیس (۴۰) ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاءؑ کو نبوت چالیس کے بعد ملتی ہے، ضروری نہیں کہ صرف چالیس سال ہو اور اس سے زیادہ نہ ہو، بلکہ زیادہ بھی ہو سکتی ہے لیکن کم نہ ہو۔ **چھٹی روایت:** قال كَعْب «الْمَهْدِيُّ ابْنُ أَحَدٍ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ سَنَةً»[کتاب الفتن لنعیم بن حماد، رقم:۱۰۶۶] ترجمہ: حضرت کعبؒ فرماتے ہیں کہ امام مہدی اکیاون (۵۱) یا باون (۵۲) سال کی عمر میں ہوں گے۔

تشریح و تطبیق: احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی کا ظہور اس زمانے میں ہوگا، جب پوری دنیا ملکِ جبری کے ظلم و جبر سے بھر چکی ہوگی، تو آپ آکر اس کو اسلامی تعلیمات سے بھر دیں گے پوری دنیا کے ظلم و ستم کو اسلامی عدل سے بھرنے کے لیے عام طور پر تعمقِ نظری، جدت خبری، طولِ ممارست، وسعت صدری، لمبا تجربہ اور نہایت عمدہ سلیقہ مندی کی ضرورت ہوگی، جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو منتخب کیا تھا اور ان کو یہ عہدہ چالیس (۴۰) سال سے کم عمر میں نہیں ملا تھا۔ مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں حضرت ابن عباسؓ کی پہلی روایت میں نوجوان، نوخیز ایک لڑکا کس طرح یہ سب کچھ ممکن کر سکے گا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی شرط لگائی تھی، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: (وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَى قَدَرٍ يَامُوسَى (40) وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي) اس آیت مبارکہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنے لیے منتخب اور چنیدہ فرمانے کا زمانہ بعد میں ذکر کیا گیا اور سخت ترین آزمائشوں، طویل ہجرت کے بعد پھر ایک مقررہ مدت پر واپس آنے کے بعد رسالت و نبوت کے لیے تجویز ہوئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کسی قسم کے شرائط و قوانین کے بغیر بھی سب کچھ کر سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت اور زمانہ اپنی سنن جاریہ میں مقرر کر لیا ہے۔ تو ایسے ہی امام مہدی بھی مذکورہ بالا خدائی سنتِ جاریہ کے مطابق امت کی قیادت کریں گے، جس کے لیے کم عمر اور نوجوان عمر بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ علامہ نوویؒ نے نوعمری اور نوجوانی میں قیادت عام طور پر خوارج کی صفات میں ذکر کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: (حُدَثَاءُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلاَمِ) اهـ أخرجه البخاري برقم: (٣٦١١)ومسلم برقم (١٠٦٦) (قَالَ النَّوَوِيُّ: يُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّ التَّثَبُّتَ وَقُوَّةَ الْبَصِيرَةِ تَكُونُ عِنْدَ كَمَالِ السِّنِّ وَكَثْرَةِ التَّجَارِبِ وَقُوَّةِ الْعَقْلِ) [نیل الاوطار، ج۷ ص۱۹۰] ترجمہ: علامہ نوویؒ لکھتے ہیں: اس سے یہ بات سامنے آئی کہ مضبوطی، اور بصیرت میں کمال عمر کی زیادتی، تجربے کی کثرت اور عقل کی قوت سے ہوتی ہے۔

تشریح: اگرچہ بعض صحابہ کرامؓ اور دیگر اولوالعزم شخصیات کو نوعمری میں بھی بڑے عہدے ملے ہوں گے، لیکن پوری دنیا کی خلافت کے لیے دین اور دنیا کی قیادت در حقیقت ایک طویل عمر کا بھرپور تجربہ مانگتا ہے۔ **ابن عباسؓ کا امام مہدی کو جوان کہنے کی توجیہ:** حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت قرآن و سنت کے

فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق اور یمن کے اولیائے کرام وابدالِ عظام آپ کی صحبت میں اور ملکِ عرب کے لاتعداد لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

امام مہدی کے صفاتِ شخصیہ کا مختصر تعارف احادیث مبارکہ کے تناظر

صفت	حدیث/ اثر: مختصر وضاحت	راوی/ مرجع
ابوعبداللہ	(يكنى أبا عبد الله)	حذيفة بن اليمان
ابوالقاسم	(وكنيته ككنيتي) كنية رسول اللهﷺ أبو القاسم كنية رسول الله صلى الله عليه وسلم أبوالقاسم	عبد الله بن عمر
محمد	(اسمه اسمي)، (يواطئ اسمه اسمي)، (اسْمُ الْمَهْدِيِّ مُحَمَّدٌ)(رجل من أهل بيتي يوافق اسمه إسمي.) يواطئ : أي يشبه ويماثل والموافقه هي المطابقة	عبد الله بن مسعود، حذيفة بن اليمان، كعب

نصوص اور مذکورہ بالا روایات وآثار کی مخالف ہے، چونکہ یہ ان کا فہم تھا، لہذا ان سب روایات میں تطبیق دی جانی چاہیے:

۱۔ جس طرح غلام اور شاب کا اطلاق چھوٹے عمر والے صغیر السن پر ہوتا ہے ایسے ہی "غلام" اور "شاب" کا اطلاق قوت، طاقت اور مضبوطی پر بھی ہوتا ہے اگر چہ اس کا عمر زیادہ ہو، جیسا کہ مسیحِ دجال کی صفت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ "(إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ) شَدِيدُ جُعُودَةِ الشَّعْرِ" کہ دجال جوان اور اس کے بال گھنگریالے ہوں گے۔ [صحیح مسلم، رقم: ۲۹۳۷] اس روایت میں دجال کو "شاب" کہا ہے، جب کہ وہ دنیا کے معمر ترین افراد میں ہوگا، لیکن پھر بھی قوت، طاقت اور مضبوطی کی وجہ سے دجال کو روایت میں "شاب" کہا گیا۔ ایسے ہی لفظ غلام کا اطلاق بھی جس طرح جوان پر ہو سکتا ہے، تو ایسے ہی زیادہ تجربے والے اور معمر افراد پر بھی ہو سکتا ہے، چنانچہ علامہ شوکانی لکھتے ہیں: "لفظِ غلام کا اطلاق چھوٹے اور بڑے سب پر ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت علیؓ نے ایک شعر میں فرمایا: **أنا الغلام القرشي المؤتمن ... أبو حسين فاعلمن والحسن** ترجمہ: خوب جان لو! میں امانت دار قریشی لڑکا ہوں۔ اُبو حسین اور ابو حسن ہوں۔ اس شعر میں حضرت علیؓ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اپنے آپ کو "غلام" یعنی لڑکا اور اُبو حسین اور اُبو حسن کہا، جب کہ علامہ اُزہریؒ نے لکھا ہے کہ میں نے عرب کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ ہر مولود اور ہر ادھیڑ عمر آدمی کو "غلام" کہتے ہیں۔ [السیل الجرار للشوکانی، ص ۱۲۲] اس وجہ سے ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حدیث میں "شاب" سے قوت اور طاقت مراد نہ لی، بلکہ اس سے جوانی اور نوعمری کا معنی سمجھا۔ حالانکہ "شاب" کا اطلاق نبی کریم ﷺ نے ادھیڑ عمر کے لیے کیا تھا، جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کے شمائل بیان کرتے ہوئے حدیث میں فرمایا گیا، بلکہ خود حدیثِ معراج واسراء میں نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے اپنے بارے میں "شاب" اور بعض میں "غلام" کا لفظ استعمال فرمایا، حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی، چنانچہ روایت میں ہے: **قال رسول اللهﷺ: "ثم انطلقنا حتى انتهينا إلى السماء السادسة، فأتيت على موسى عليه السلام، فسلمت عليه، فقال: مرحبا بالأخ الصالح والنبي الصالح، فلما جاوزته بكى، فنودي:ما يبكيك؟قال:رب، هذا غلام بعثته بعدي يدخل من أمته الجنة أكثر مما يدخل من أمتي"** اس روایت میں نبی کریم ﷺ کے لیے "غلام" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جب کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔ **خلاصۂ تحقیق:** گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا کہ بیعت کے وقت امام مہدی کی عمر چالیس سے لے کر ۵۳ سال تک ہوگی۔

	الكلية	
باپ کا نام عبداللہ	(يواطئُ اسمه اسمي، واسم أبيه اسم أبي) (فيحي الله بالمهدي محمد بن عبد الله السنن)(أن المهدي اسمه محمد بن عبد الله) من حديث أبي هريرة، أخرجه الأصبهاني في مقاتل الطالبيين، وابن المنادي في الملاحم	عبد الله بن مسعود،علي بن أبي طالب، كنز العمال،
والدہ کا نام آمنہ	(قد عرفناه باسمه واسم أبيه وأمه وحليته)	عبد الله بن مسعود
ظاہری نام، خفیہ نام	(له إسمان: إسم يخفى واسم يعلن)(فيقولون له: أنت فلان ابن فلان؟ فيقول: لا، أنا رجل من الأنصار)	علي بن أبي طالب عبد الله بن مسعود
قرشی	(قلت: ثم ممن؟ قال: من قريش)	علي بن أبي طالب
ہاشمی	(قلت: ثم ممن؟ قال: من بني هاشم)	سعيد بن المسيب
اہل بیت	(المهدي منا أهل البيت)	علي بن أبي طالب
عترت	(المهدي من عترتي)	علي بن أبي طالب
فاطمی	(المهدي من عترتي، من ولد فاطمة)	علي بن أبي طالب
حسنی	(نظر علي إلى الحسن عليهما السلام، فقال: إن ابني هذا سيد، كما سماه رسول الله ﷺ سيخرج من صلبه رجل باسم نبيكم، يملأ الأرض عدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً)	أبو وائل أبو أسحاق
حسینی	واعلم أنه اختلف في أن المهدي من بني الحسن أو من بني الحسين	حذيفة بن اليمان
حسن و حسین	قال القاري في المرقاة ويمكن أن يكون جامعا بين النسبتين الحسنين والأظهر أنه من جهة الأب حسني ومن جانب الأم حسيني	حذيفة بن اليمان
جابر	(يلقب بالجابر)	علي بن الهلالي
مکی	(فيأتون رجلاً من أهل مكة)	علي بن أبي طالب
مدنی	(فيخرج رجل من أهل المدينة) لا يمنع أن يكون سكن عدة أماكن منها المدينة فيصير من أهلها	البستوي
یمانی	(مَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا مِنْ قُرَيْشٍ، وَمَا الْخِلَافَةُ إِلَّا فِيهِمْ، غَيْرَ أَنَّ لَهُ أَصْلًا وَنَسَبًا فِي الْيَمَنِ)(عَلَى يَدَيْ ذَلِكَ الْخَلِيفَةِ الْيَمَانِيِّ الَّذِي تُفْتَحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ وَرُومِيَّةُ عَلَى	كعب أرطاة

	يَدَيْه، يَخْرُجُ الدَّجَّالُ وَفِي زَمَانِهِ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَلَى يَدَيْهِ تَكُونُ غَزْوَةُ الْهِنْدِ، وَهُوَ مِنْ بَنِي هَاشِم)	
جائے پیدائش: مکہ یا مدینہ	(إذا قام قائم أهل مكة)(المهدي مولده بالمدينة) مولده بمكة أو بالمدينة	علي بن أبي طالب
بچپن وجوانی: حجاز میں	(الْمَهْدِيُّ، يَجِيءُ مِنَ الْحِجَازِ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً) ينشأ في الحجاز حتى يصير عمره ثمان عشرة سنة. والحجاز هي مكة والمدينة وضواحيها	رُشْتُمَ
یمن کی طرف جلائے وطنی اور اس وقت اٹھارہ سال عمر	(حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَيُجْلِي الْيَمَنَ إِلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ يَسِيرُونَ إِلَيْهِ فَيَقْتُلُونَهُ وَيُوَلُّونَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ (المهدي)، وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: إِنَّهُ مِنَ الْيَمَنِ عَلَى يَدِ ذَلِكَ الْيَمَانِيِّ تَكُونُ الْمَلَاحِمُ) (الْمَهْدِيُّ يَجِيءُ مِنَ الْحِجَازِ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِ عَشْرَةَ سَنَةً) الجلاء : هو الترحيل وهذا يدل على ان حاكم الحجاز يرحل أهل اليمن إلى بلادهم اليمن ومعهم ابنهم المهدي ويكون عمره آنذاك ثمان عشرة سنة.	كعب قال : قال الوليد رستم
یمن میں کرعہ گاؤں سے تعلق	(يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ بِالْيَمِنِ يُقَالُ لَهَا: كَرِعَةٌ)	عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ
مکہ کے پہاڑوں میں غائب ہونا	(يكون لصاحب هذا الأمر يعني المهدي عليه السلام غيبة في بعض هذه الشعاب، وأومأ بيده إلى ناحية ذي طوى) ذي طوى : هو أحد شعاب مكة وفيها أحياء اليوم تسمى جرول والعتيبية والزاهر	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب
نبوی اخلاق	(وخُلُقُهُ خُلَقي) أي يشبه الرسول صلى الله عليه وسلم في خُلُقه ـ بالضم ـ أي في معاملته.	عبد الله بن عمر
پیدائشی صفات نبی ﷺ سے جداگانہ	(يشبهه في الخُلُق، ولا يشبهه في الخَلْق) أي لا يشبه رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخَلْق ـ بالفتح ـ أي في الشكل والصورة.	علي بن أبي طالب
عربی رنگت	(المهدي رجل من ولدي، اللون عربي) اللون النحاسي أو اللون الحنطي	حذيفة بن اليمان
گندم گوں	(هُوَ فَتًى مِنْ قُرَيْش، آدَمُ) أي أسمر اللون	عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
سرخ سیاہ مائل	فقال: (ذاك المشرب حمرة) أي انه أسمر في لونه حمرة	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب
کشادہ پیشانی	(أجلى الجبهة) انحسار الشعر عن مقدمة الرأس إلى منتصف رأسه وهو دون الصلع	أبو سعيد الخدري

چوڑی پیشانی	(أجلى الجبين) الجبين: ناحية الجبهة من محاذاة النزعة إلى الصدغ . أي واسع الجبين وظاهر وواضح	علي بن أبي طالب
اونچی پیشانی	(ليبعثن الله من عترتي رجلاً أعلى الجبهة) أي مرتفع الجبهة	عبد الرحمن بن عوف
بڑی پیشانی	(حَتَّى يَأْخُذَهَا رَجُلٌ أجبه.) الأجبه: هو اسم الأسد (لعرض جبهته)	أبي مسلم الرومي
گونگھریلے بال	(حَتَّى يَأْخُذَهَا رَجُلٌ آدم جعد الشعرة....)	أبي مسلم الرومي
بال منڈھوں پر	(يسيل شعره على منكبيه)	علي بن أبي طالب
سیاہ داڑھی اور بال	(سواد شعره ولحيته ورأسه)	علي بن أبي طالب
سر میں جلد کی بیماری	(برأسه حزاز)(وداء الحزاز برأسه) هو داء أو آفة تصيب الجلد وهي الهبرية ومنها القشرة	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب
خوب صورت چہرہ	(صفة المهدي، حسن (الوجه)	علي بن أبي طالب
چہرہ اچھے خدو خال والا	(المهدي أقبل) أي الأسمر الأملح ذو الملامح الحسنه	علي بن أبي طالب
چہرے پر نورانیت	(يعلو نور وجهه سواد شعره ولحيته ورأسه) أي فيه إشراقه	علي بن أبي طالب
چمکدار ستارے کی طرح چہرہ	(كأن وجهه الكوكب الدري في اللون) (كأن وجهه كوكب دري) أي فيه إشراقه	علي بن أبي طالب
چہرے پر دانوں وغیرہ کے اثرات	(وبوجهه أثر) أي البثور التي يخلفها حب الشباب أوالجدري أو الشجه أو الخال أوالشامة.	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب
دائیں گال پر خال	(في خده الأيمن خال أسود)(في وجهه خال) (شامة في رأسه) هي علامة أو حبة سوداء شبيهة بالشامة	أبو أمامة الباهلي،علي بن ابي طالب، محمد بن علي بن الحسين
گھنی لمبی بھنویں	(المهدي رجل أزج) تقوس الحاجبين مع امتداد في طرفيهما حتى يكاد أن يلتقيا	الصقر بن رستم، عن أبيه
دونوں بھنویں ایک دوسرے سے جدا	(المهدي رجل أزج أبلج) هو المسفر الوجه والذي لم يلتقي حاجبيه ويقال ابلج الحاجب	الصقر بن رستم عن أبيه
اوپر سے نیچے کی طرف مائل کشادہ بھنویں	(المشرف الحاجبين) أي خارج الحاجبين وعريضهما	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب

آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی	غائر العينين أي عيناه داخله	محمد بن علي بن الحسين
سرمہ گیں آنکھیں	(المهدي أكحل العينين) أكحل من غير تكحل	علي بن أبي طالب
میانی ناک	(المهدي أقنى الأنف) القنا : احدداب في وسط الأنف	أبو سعيد الخدري
لمبی ناک	(المهدي منا أهل البيت، رجل من أمتي، أشم الأنف) الشمم : استواء الأنف، واجتماع القنا والشمم يدل على أن احيدياب أنفه لايظهر إلا للمتأمل فمن يراه يحسب أنه اشم فإذا تأمله وجده أقنى.	أبو سعيد الخدري
ثنایاعلیادانتوں میں فاصلہ	(ليبعثن الله رجلاً من عترتي، أفرق الثنايا)(أفلج الثنايا) أي متباعد الثنايا وهي الاسنان التي في مقدمة الفك الأسفل أو الأعلى	عبد الرحمن بن عوف علي بن أبي طالب
ثنایاسفلیٰ دانتوں میں زیادہ فاصلہ	(ليبعثن الله من عترتي رجلاً أغرق الثنايا) أي متباعد الثنايا بشدة	أبو سلمه بن عبدالرحمن
ثنایادانت چمکدار	(المهدي براق الثنايا) أي لامع الثنايا	علي بن أبي طالب
زبان میں تھوڑی سی لکنت	(أن المهدي في لسانه رتّة) أي انحباس خفيف لا يظهر إلا للمتأمل	حديث أبي هريرة
زبان میں بھاری پن	(وَصَفَ الْمَهْدِيَّ فَذَكَرَ ثُقْلًا فِي لِسَانِهِ)	أبو الطفيل
کبھی کبھار بات کرتے وقت ران پر ہاتھ مارنا	(وَضَرَبَ بِفَخِذِهِ الْيُسْرَى بِيَدِهِ الْيُمْنَى إِذَا أَبْطَأَ عَلَيْهِ الْكَلَامُ)	أبو الطفيل
گھنی داڑھی	(المهدي كث اللحية)	علي بن أبي طالب
میانہ قد	(صفة المهدي هو مربوع)	علي بن أبي طالب
کم گوشت والا ہلکا بدن	(ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ)هو الخفيف اللحم الندب الماضي الذي ليس برهل	علي بن أبي طالب
عربی رنگت اور اسرائیلی جسم	اللون عربي، والجسم جسم إسرائيلي)	حذيفة بن اليمان
موٹا گردن	(ثم يأتينا الغليظ القصرة القائد العادل الحافظ لما استودع، يملؤها عدلاً وقسطاً كما ملأها الفجار ظلماً وجوراً)	جعفر بن محمد بن علي
نیچے کی طرف مائل گردن	(لا تقوم الساعة حتى يستخلف رجل من أهل بيتي أجنأ)	أبوسعيد الخدري البستوي
مونڈوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی	(يخرج رجل من ولدي عظيم مشاش المنكبين)	علي بن ابي طالب
دونوں مونڈوں کے درمیان کشادگی	(العريض ما بين المنكبين) أي عريض الصدر والنحر	محمد بن علي ين الحسين

آویزاں مونڈے	(إن المهدي مسترسل المنكبين)	علي بن ابي طالب
کشادہ سینہ	(إن المهدي واسع الصدر)	علي بن ابي طالب
بڑا پیٹ	(ضخم البطن)	علي بن ابي طالب
نکلا ہوا پیٹ	(يخرج رجل من ولدي في آخر الزمان مبدح البطن) أي واسع	علي بن ابي طالب
دونوں ران ایک دوسرے سے جدا	(أزيل الفخذين) انفراج فخذيه وتباعد ما بينهما.	علي بن ابي طالب
دونوں ران کشادہ	(يخرج رجل من ولدي في آخر الزمان عريض الفخذين)	علي بن ابي طالب
دو خالوں والے	(ثُمَّ يَلِيهَا رَجُلٌ مِنْهُمْ ذُو شَامَتَيْنِ، فَعَلَى يَدَيْهِ يَكُونُ الْفَتْحُ يَوْمَئِذٍ، يَعْنِي فَتْحَ الرُّومِ بِالْأَعْمَاقِ)(بظهره شامتان، شامة على لون جلده وشامة على شبه شامة النبي)	عبد الله بن عباس علي بن أبي طالب
کندھے پر خال	(في كتفه علامة النبي) (وشامة بين كتفيه من جانبه الأيسر، تحت كتفه الأيسر ورقة مثل ورقة الآس)	علي بن أبي طالب محمد بن علي بن الحسين
ران پر خال	(بفخذه الأيمن شامة)	علي بن ابي طالب
جوان، نوخیز	(يقوم في آخر الزمان رجل من عترتي شاب)(يبعث الله منا أهل البيت غلاماً شاباً حدثاً)(فتى شاب من قريش)	ابوسعيد الخدري، عبدالله بن عباس
دعوتِ دین کے لیے نکلتے وقت عمر: ۳۰ سے چالیس سال	(يبعث وهو ما بين الثلاثين إلى الأربعين) (يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، كَأَنَّهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ)	علي بن أبي طالب عبدالله بن الحارث